لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ

جلد# 27۔ شمارہ نمبر 2

مئی تا اگست 2015ء

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾

اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔(القلم: آیت 5)

حضرت محمد ﷺ کا مبارک خاندان

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم: حضرت عبد اللہؓ	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ: حضرت آمنہؓ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا: حضرت عبد المطلب	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی: حضرت فاطمہ بنت عمرو
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا: حضرت وھب بن عبدِ مناف	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نانی: حضرت برّہ بنتِ عبد العُزی

حضرت محمد ﷺ کے تایا جان

ابو طالب	زبیر	حضرت حمزہؓ
المقوم	حجل	حضرت عباسؓ
ضرار	ابولہب	حارث
قثم بن عبد المطلب	الغیداق	(طبقات ابن سعد صفحہ 108)

حضرت محمد ﷺ کی پھوپھی جان

حضرت صفیہؓ	اُمِّ حکیم البیضاء
عاتکہ	اُمیمہ
اردی	برّہؓ
	(طبقات ابن سعد صفحہ 108)

حضرت محمد ﷺ کے بیٹے

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	

حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنتِ خویلد	حضرت سودہؓ بنتِ زَمعہ
حضرت عائشہؓ بنتِ ابو بکرؓ	حضرت حفصہؓ بنتِ عمرؓ
حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہ	حضرت اُمِّ سلمہؓ بنتِ سہیل
حضرت زینبؓ بنتِ جحش	حضرت جویریہؓ بنتِ حارث
حضرت اُمِّ حبیبہؓ بنتِ ابو سفیانؓ	حضرت صفیہؓ بنتِ حیی
حضرت میمونہؓ بنتِ حارث	حضرت ماریہ قبطیہؓ

حضرت محمد ﷺ کے داماد

حضرت ابو العاص قاسم بن رفیع حضرت زینبؓ کے شوہر
حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت رقیہؓ اور اُمِّ کلثومؓ کے شوہر
حضرت علیؓ بن ابو طالب حضرت فاطمہؓ کے شوہر

حضرت محمد ﷺ کی بیٹیاں

حضرت زینبؓ	حضرت رقیہؓ
حضرت اُمِّ کلثومؓ	حضرت فاطمہؓ

حضرت محمد ﷺ کے نواسے

حضرت علی بن عبد العاص
حضرت عبد اللہ بن حضرت عثمانؓ
حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ بن حضرت علیؓ
حضرت حسین رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت علیؓ
حضرت محسن رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت علیؓ

حضرت محمد ﷺ کی نواسیاں

حضرت امامہؓ بنت عبد العاص	حضرت زینبؓ بنت حضرت علیؓ
حضرت رقیہؓ بنت حضرت علیؓ	حضرت اُمِّ کلثومؓ بنت حضرت علیؓ

بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 99)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

مذہبی، علمی وادبی مجلّہ
جلد# 27۔ مئی تا اگست 2015ء۔ شمارہ نمبر 2

نگرانِ اعلیٰ
مکرم و محترم ملک لال خان صاحب
امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیرِ نگرانی
مکرمہ و محترمہ امتہ النور داؤد صاحبہ
صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

نیشنل سیکرٹری اشاعت
ڈاکٹر امتہ القدوس فرحت صاحبہ

مدیرہ اُردو
فرزانہ سنوری صاحبہ

پروف ریڈرز
طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

اردو کمپوزنگ اور تزئین وزیبائش
تحمیدہ ولی صاحبہ، ناصرہ نسیم صاحبہ، آن چوہدری صاحبہ
رضوانہ سلمیٰ صاحبہ، وجیہہ قیوم صاحبہ، نداء نصر صاحبہ

مینجر
مبشرہ احمد صاحبہ

پبلشر
جیمنگ گرافکس

عنوانات

1	کلامِ الٰہی، کلامِ رسول ﷺ، کلامِ امام الزماںؑ
2	اداریہ
3	خطبہ جمعہ
10	سیرۃ النبی ﷺ
12	عبادتِ الٰہی اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
13	شمائلِ نبویؐ از رُوئے قرآن
15	حضرت مسیح موعودؑ کا عشقِ رسول ﷺ
16	آنحضرتؐ کی خشیت اور خوفِ الٰہی
17	حمدِ باری تعالیٰ
18	آنحضرت ﷺ محسنِ خواتین
20	رسولِ کریم ﷺ کی نماز اور دُعائیں
21	آنحضرتؐ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیوں کیں؟
22	رحمۃ اللعالمینؐ کی بچوں پر شفقت
23	نعتِ مبارکہ
24	آنحضرت ﷺ کی پسندیدہ خوارک
26	بزمِ مشاعرہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا
28	محبتوں کا سفیر
30	نظم۔نے رنگی
31	تتلی

کلامِ الٰہی

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۱﴾ ع

محمد تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتَم ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۲﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۳﴾

اور اس کی تسبیح صبح بھی کرو اور شام کو بھی۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۴﴾ (سورہ الاحزاب: آیات 41 تا 44)

وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالے اور وہ مومنوں کے حق میں بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کلامِ رسول ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ اَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

(سنن ابو داؤد۔ کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کے لیئے اللہ تعالیٰ میری رُوح کو واپس لوٹا دے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

کلامِ امام الزماں علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”درود شریف کے طفیل۔۔۔۔ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اُس فیض میں حرکت پیدا ہو“۔ (الحکم مورخہ 28 فروری 1903ء صفحہ 7)

اداریہ

جب سے یہ نُور ملا نور پیمبر سے ہمیں

ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفٰےؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت

اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدایا ہم نے

ہم اپنے پیارے نبی محمد مصطفٰےؐ کی اعلیٰ وارفع شان کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں تو وہ سراپا نور ہی نظر آتے ہیں۔ یہ کائنات آپ ﷺ کے لئے تخلیق کی گئی اور آپؐ رحمت اللعالمین تھے ۔

حضرت مسیح موعودؑ آپ ﷺ کی شان میں یوں رقمطراز ہیں

"دَنٰی فَتَدَلّٰی * (النجم:9) آنحضرت ﷺ کی شان میں آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اوپر کیطرف ہو کر نوع انسان کی طرف جُھکا۔ آنحضرت ﷺ کا کمال اعلیٰ درجہ کا کمال ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور اس کمال میں آپؐ کے دو درجے بیان فرمائے ہیں۔ ایک صعود۔ دوسرا نزول۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تو آپؐ کا صعود ہوا یعنی خدا تعالیٰ کی محبت اور صدق و وفا میں ایسے کھینچے گئے کہ خود اس ذاتِ اقدس کے دُنُوّ کا درجہ آپؐ کو عطا ہوا۔ دُنُو، اَقْرَبُ سے اَبلغ ہے اس لئے یہاں یہ لفظ اختیار کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات سے آپ نے حصہ لیا تو پھر بنی نوع پر رحمت کیلئے نزول فرمایا۔ یہ وہی رحمت تھی جس کا اشارہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (الانبیاء:108) میں فرمایا ہے"۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 356۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ہماری زندگیوں کا حاصل سُنّتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے اور اس اُسوہ مبارکہ کی تقلید ہونا چاہئے۔

اس سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے ذریعہ ہماری زندگی کے سامان کئے اور ایک کامل اور مکمل شریعت قرآن کریم کی صورت میں نازل فرمائی اور اس پر عمل کرنے کا کامل نمونہ آنحضرت ﷺ کو بنایا جس کو آپؐ کے قریب رہنے والوں نے محسوس کیا اور محسوس کرتے تھے۔ جو جتنا زیادہ آپؐ کے قریب تھا اُتنا ہی زیادہ اس پر آپؐ کے عملی نمونے کا حُسن نکھر کر واضح ہوتا تھا اور آپؐ کی بیویاں آپؐ کے حُسنِ عمل کی سب سے زیادہ گواہ ہو سکتی تھیں اور تھیں۔ تبھی تو جب سوال کرنے والے نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ آپؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا "کان خلقہ القرآن" کہ آپؐ کا خلق قرآن تھا۔ (مسند احمد) جو کچھ اس میں یعنی قرآن کریم میں ہے اسکا عملی نمونہ آپؐ تھے۔۔۔۔ پس اگر روحانی زندگی چاہتے ہو تو آنکھیں بند کر کے رسول کے پیچھے چل پڑو۔ اسکی اتباع کرو۔ اسکے حکموں پر عمل کرو۔ اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم خدا کی محبت چاہتے ہو تو آنحضرت ﷺ کی پیروی ضروری ہے اور خدا کی محبت ہی وہ مقام ہے جس سے روحانی حیات ملتی ہے، روحانی زندگی ملتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اگست 2014ء)

سیرۃِ رسول ﷺ کے چند بے مثال روشن پہلو اس شمارہ کے ذریعہ پیش کرنے کی عاجزانہ کوشش حاضرِ خدمت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں آنحضرتؐ کی سیرت مبارکہ سے ہر لحہ فیضیاب ہونے اور آپؐ کے نقشِ پا پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ذیل میں اُن بہنوں کے نام پیشِ خدمت ہیں جنہوں نے اس خصوصی رسالے کیلئے اپنی تحریرات رسالہ النساء کو بھجوائیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی شمارے میں ان کو ضرور شامل کیا جائے گا۔

1- سیرتِ رسولؐ از بشریٰ سمیع صاحبہ
2- حقوقِ نسواں از نصرت آراء صاحبہ
3- حقوقِ نسواں از عطیہ عارف صاحبہ
4- حقوقِ نسواں از حافظہ امتہ السلام طارق صاحبہ

خطبہ جمعہ

قرآن کریم ایک مکمل اور کامل کتاب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کامل اُسوہ ہمارے سامنے پیش فرماتے ہیں اور اس اُسوہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کی۔

مذہب کے مخالفین کی طرف سے آج کل بڑی شدّت سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر مذہب کو مانے بغیر ہی اخلاق اچھے ہوں تو پھر مذہب کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ آجکل دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے کہ دنیاداروں کی اکثریت کے اخلاق مذہب کے ماننے والوں کے اخلاق سے زیادہ بہتر ہیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 4 2 اپریل 2015ء بمطابق 4 2 شہادت 1394 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

ایک سوال آجکل پہلے سے زیادہ شدت سے نوجوانوں کے ذہنوں میں خاص طور پر اور معاشرے میں عموماً ان لوگوں کی طرف سے کثرت سے پھیلایا جاتا ہے جو مذہب کے خلاف ہیں۔ یا صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ مذہب بلکہ خدا سے بھی دُور ہٹ گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اچھے اخلاق ہوں یا اگر دنیاوی تعلیم اچھے اخلاق کی طرف لے جاتی ہے تو پھر مذہب کے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ مذہب بھی تو یہی دعویٰ کرتا ہے یا مذہب کے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ تمہیں اچھے اخلاق سکھاتا ہے۔ تو اخلاق تو ہمارے اندر بغیر مذہب کے پیدا ہو گئے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دنیاداروں کی اکثریت کے اخلاق مذہب کے ماننے والوں کے اخلاق سے زیادہ بہتر ہیں اور خاص طور پر اسلام کو اس حوالے سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

دوسرے مذاہب کی اکثریت تو مذہب کے معاملے میں تقریباً لاتعلق ہو چکی ہے صرف اسلام ایسا مذہب ہے جس کی طرف منسوب ہونے والی اکثریت اپنے دین کے ماننے کا اظہار کرتی ہے یا بے عمل مسلمانوں کی اکثریت بھی اپنے آپ کو کھل کر مسلمان کہتی ہے، مذہب کی طرف منسوب کرتی ہے۔ اسی لئے اصل حملہ اسلام پر ہی ہے اور دین سے ہٹانے کی کوشش میں مختلف طریق سے مختلف نکات پیش کر کے ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں جو طرز تعلیم ہے اس میں جستجو کی طرف، تحقیق کی طرف زیادہ توجہ دلائی جاتی ہے اور یہ بڑی اچھی بات ہے اس طرف توجہ ہونی چاہئے لیکن اس کے صحیح طریق بھی ہونے چاہئیں۔

بہرحال جب نوجوان یا نوجوانی میں قدم رکھنے والے لڑکے لڑکیاں اپنے گھر والوں میں اپنے ماں باپ اور بڑوں کی طرف ذہنوں میں پیدا کئے گئے اور پیدا ہونیوالے مختلف سوالوں کے حل کی تلاش کیلئے جاتے ہیں تو یا تو ماں باپ کے پاس اپنے معاشی اور معاشرتی ضروریات اور مصروفیات کی وجہ سے جواب دینے کا وقت نہیں ہوتا یا علم نہیں ہوتا اور اس وجہ سے ان سوالوں کا جواب دینے کی بجائے انہیں بسا اوقات دبانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے نوجوانی میں قدم رکھنے والے بچے بھی سمجھتے ہیں کہ مذہب چاہے وہ اسلام ہی کیوں نہ ہو اس کا دعویٰ تو ہے کہ سچا ہے اور تمام مسائل کا حل ہے لیکن زمانے کے لحاظ سے عملی حل نہیں ہے یا جواب نہیں ہے یا پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ بڑوں کے عمل اور بچوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں تفاوت ہوتا ہے۔ بچے ایک وقت تک تو تعلیم کی باتیں سن کر چپ رہتے ہیں لیکن جب آزادی ملتی ہے تو دین سے دُور ہٹ جاتے ہیں اور پھر مذہب سے دور لے جانے والوں کے قبضے میں چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود

اسلام کی خوبصورت تعلیم اور زندہ مذہب ہونے کے اب مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو مذہب اور خدا کے انکاری ہیں۔

پس ایسے حالات میں ہم میں سے ہر ایک کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کس طرح اپنے آپ کو بھی ہم دین پر عمل کرنے والا بنائیں اور اپنی نسلوں کو بھی کس طرح ہم سنبھالیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک کامل مذہب ہے اور اس نے مختلف مسائل کے حل بتائے ہیں۔ قرآن کریم ایک مکمل اور کامل کتاب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کامل اُسوہ ہمارے سامنے پیش فرماتے ہیں اور اس اُسوہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کی۔ انہوں نے مذہب کو بھی سمجھا اور اخلاق کو بھی سمجھا بلکہ مادی ترقی بھی حاصل کی۔ لیکن ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے کا اِدراک بھی حاصل کیا کہ مذہب کہاں رکھنا ہے؟ اخلاق کہاں ہیں؟ مادی ترقی کیا ہے؟

پس ہمارے نوجوانوں کو، نوجوانی میں قدم رکھنے والے بچوں بلکہ خاص طور پر بڑوں کو یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ اگلی نسلوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری بڑوں کی ہے کہ ہم اخلاق کی درستی، مادی ترقی اور مذہب کے تعلق کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالیں۔ بڑے اس نکتے کو سمجھیں گے تو اگلی نسلوں کو بھی سنبھال سکیں گے۔ نوجوان اس نکتے کو سمجھیں گے تو دینی اور دنیاوی ترقی کی راہیں اُس پر کھلیں گی اور ان کو پتا لگے گا کہ اسلام کی تعلیم کتنی خوبصورت تعلیم ہے اور اس کے خلاف بولنے والے جھوٹے ہیں۔

یہ مسئلہ جو آج زیادہ شدت سے لامذہبوں یا مذہب مخالف لوگوں کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی وقتاً فوقتاً اس طرح کے سوال اٹھتے رہے ہیں۔ ہمیشہ سے مذہب پر اعتراض کرنے والے اس مسئلے کو، اسی طرح کی دوسری باتوں کو اٹھاتے رہے ہیں۔ جن سے مذہب پر اعتراض ثابت ہو کیونکہ مذہب کو انہوں نے کبھی بھی صحیح رنگ میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور نام نہاد مذہبی علماء نے خود ساختہ غلط حل نکال کر، یا صحیح رنگ میں اس مذہب کو نہ سمجھ کر تعلیم یافتہ طبقے کو مزید الجھن میں ڈال دیا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ ان مسائل کی الجھنوں کو دور کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ان کو سمجھنے کا اِدراک ہم میں پیدا فرمایا اور یہ مسائل سمجھنے اور ان کے حل نکالنے ہم پر آسان ہوئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اس کی روشنی میں ایک خطبہ دیا اور اس میں اخلاق کی درستی، مادی ترقی اور مذہب کا کیا تعلق ہے اور اسلام اس کو کس طرح دیکھتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے عمل سے اور اپنے عملی نمونے سے ہمیں سمجھایا کہ اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ نے خطبے میں اس بارے میں بیان کیا اور مختصر روشنی ڈالی تھی۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے آج مَیں اس مضمون کو آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

ہم دنیا کو یہ کہتے ہیں اور یقیناً سچ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ نے عین انسانی فطرت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے تجویز فرمایا یا نازل فرمایا۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ اسلام دینِ فطرت ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”مذہب اور اخلاق اور انسان کی وہ ضروریات جو اس کے جسم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ایسی مشترک ہیں کہ ان میں فرق کرنا مشکل ہے۔ یعنی جو شخص مذہب پر یقین رکھتا ہے وہ اخلاق کو مذہب سے جدا نہیں کر سکتا۔ نہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مذہب نے مجھے دنیا سے بے پرواہ اور غنی کر دیا اس لئے یہ میری ضروریات نہیں ہیں۔ اگر یہ سوچ ہو کہ مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے تو انسانی ترقی یعنی مادی ترقی کا پہیہ رُک جاتا ہے۔ گویا کہ یہ ساری چیزیں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ مذہب بھی، اخلاق بھی اور مادی ترقی بھی لیکن اس کے باوجود ان میں فرق بھی ہے۔ مذہب پر یقین نہ رکھنے والے تو یہ کہہ کر آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ اچھے اخلاق اور مادی ترقی انسان کی ضرورت ہے لیکن ایک حقیقی مسلمان کہے گا کہ مذہب کی بھی ضرورت ہے کہ وہ خدا تک پہنچانے کا راستہ دکھاتا ہے۔

پس یہ سوچ کا فرق ہے کہ ہم نے ان چیزوں کو کس طرح دیکھنا ہے اور آپس کا تعلق کس طرح جوڑنا ہے۔ باقی مذاہب تو مردہ ہو رہے ہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اِن کا آپس کا جوڑ ثابت کرتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے مذہب کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے غلط رنگ میں اخلاقیات سے تعلق رکھنے والی چیزوں اور مادیات سے تعلق رکھنے والی چیزوں کو مذہب سے اس طرح جوڑا ہے کہ غُلو کی حد تک جا کر بجائے مذہب کو خوبصورت بنا کر پیش کرنے اور اس کی طرف کھینچنے کے، مذاہب سے دور کرنے والے بن رہے ہیں۔ نماز روزے سے اتر کر اخلاق اور دنیوی ضروریات خواہ کسی انجمن کا قیام ہو یا جلسے کا انعقاد، عموماً علماء یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ اسلام کا حصّہ ہیں اور اس میں شامل نہ ہونے والا کافر اور مرتد ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 463-462)

اب ہم یہی اسلامی دنیا میں دیکھتے ہیں۔ پھر کافر اور مرتد سے بڑھ کر جنگیں شروع ہو جاتی ہیں۔

ہر فرقے کے فتوے ہیں اور پھر یہی وجہ ہے کہ مختلف شدت پسند گروہ اپنے اسلام کو نافذ کرنے کیلئے اپنا ضابطہ اخلاق یا نام نہاد قانون بنا کر قتل و غارت گری کر رہے ہیں۔ شام میں، عراق میں، افغانستان میں، پاکستان میں مذہب کے نام پر اپنے خود ساختہ قوانین ہی خون کر رہے ہیں۔ عراق اور شام میں جو نام نہاد اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے وہاں سے ایک فرنچ جرنلسٹ رِہا ہو کر آیا، پہلے بھی میں نے بتایا تھا، اس نے وہاں بعض ایسی باتیں دیکھیں، ان کے عمل دیکھے، ان کے قوانین دیکھے تو جتنا اس کو اسلام کا علم تھا یا قرآن کریم اس نے پڑھا تھا یا حدیث کا علم تھا اس کے مطابق اس نے وہاں بعض لوگوں سے پوچھا کہ تم جو بعض حرکتیں کر رہے ہو یہ تو قرآن اور حدیث کے مطابق نہیں۔ تو اس نام نہاد اسلامی حکومت کے کارندوں کا یا ان اہلکاروں کا جن سے اس کا واسطہ تھا یا ان افسران کا یہ جواب تھا کہ ہمیں نہیں پتا کہ قرآن اور حدیث میں کیا ہے۔ ہمارا یہ قانون ہے اور ہم اس کے مطابق کر رہے ہیں۔ تو اس طرح اسلام کی تعلیم میں انہوں نے بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔

یمن میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ اپنی پسند کے فتووں کو مذہب کا نام دے کر معصوموں پر ہوائی حملے کئے جا رہے ہیں۔ ٹھیک ہے ایک فریق بھی غلط ہے دوسرا فریق بھی غلط ہے لیکن اس کا حل یہ نہیں کہ بلاوجہ معصوموں کو بھی مارا جائے۔ بلکہ اگر ہم دیکھیں تو اسلامی تاریخ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے اور آج تک یہی ہو رہا ہے کہ فلاں مولانا کا یہ مذہب ہے اور فلاں عالم کا یہ مذہب ہے۔ یعنی ہر عالم اور مولانا نے بھی اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ اس طرح اسلام میں یعنی ان لوگوں کے اسلام میں جس پر یہ عمل کر رہے ہیں کوئی حقیقت باقی نہیں رہی اور اسی وجہ سے ان علماء اور فتویٰ دینے والوں کے پیچھے چل کر مسلمانوں کی اکثریت بھی اسلام سے دُور جا پڑی ہے۔ روحانیت اور مذہب کے نام پر پتا نہیں کیا کچھ ہو رہا ہے۔

اس کے مقابل پر مذہب سے دور اور مغربی ترقی یافتہ لوگ جو ہیں وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ روحانیت اور اخلاقیات کو مادی دنیا کا حصّہ بنا دیں۔ بالفرض اگر الہام پر غور کر بھی لیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ انسانی افعال کا جزو ہے وہ اخلاق پر غور کریں گے تو اس نکتہ نگاہ سے کہ اس سے انسان کو دنیوی فائدہ ہو گا۔ اخلاق بھی دنیوی فائدے کیلئے ہیں اور اگر مذہب پر غور کریں گے تو یہی کہیں گے کہ یہ ادنیٰ قسم کے غیر تعلیم یافتہ کم تعلیم یافتہ جو لوگ ہیں مذہب کے نام سے کچھ حد تک جرائم سے بچ جاتے ہیں۔ یعنی مذہب کے نام پر اگر کوئی فائدہ ان لوگوں کو پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ اس میں کچھ حد تک اخلاقی بہتری ہو جاتی ہے کہ ان کو مذہب کا خوف ہے۔ وہ بھی اگر صحیح مذہب اپنایا جائے لیکن ان کا یہ کہنا ہے کہ جن میں پہلے ہی اخلاق ہیں ان کو مذہب کی کیا ضرورت ہے۔

لیکن غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ مادیات، اخلاق اور مذہب اس قدر قریب ہیں کہ عام آدمی کو معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے ایک حد شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے۔ اس کو سمجھنے کیلئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ حیاتِ طیبہ پر غور کرتے ہیں، اس کو دیکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے مادی مصلح بھی ہیں، اخلاقی مصلح بھی ہیں اور روحانی مصلح بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تمام کی جامع ہے۔ اگر ایک طرف آپ حکم فرماتے ہیں کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ تو دوسری طرف روحانیت کی تکمیل کے متعلق زور بھی دیتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ نماز پڑھ لی اور مسئلہ حل ہو گیا بلکہ اس کے مدارج بھی طے کرنے ہیں، روحانیت کو بڑھانا بھی ہے۔ دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایسا ہے جیسے بچے اور ماں کا تعلق ہوتا ہے۔ دعا کے معنی پکارنے کے ہیں۔

پکارنے والا تب پکارتا ہے جب یقین ہو کہ کوئی میری مدد کرے گا۔ کوئی اپنے دشمن کو تو مدد کیلئے نہیں پکارتا۔ جب ہم دعا کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں تو کس طرح اس کو ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ دعا میں حضرت مصلح موعود کے نزدیک تین چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

اول یہ کہ دل میں یقین کرے کہ میری بات قبول کی جائیگی۔ دوسرے یہ اعتماد رکھے کہ جس کو مَیں پکارتا ہوں اس میں مدد کرنے کی طاقت ہے۔ تیسرے ایک فطری لگاؤ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف یا جس کسی سے محبت ہو اس کی طرف) جو انسان کو باقی ہر قسم کے لگاؤ سے پھیر کر اسی کی طرف لے جاتا ہے۔ پہلے دو تو عقلی نکتے ہیں کیونکہ اگر یقین نہیں کہ جو پکار مَیں کر رہا ہوں وہ سنی جائیگی اور یہ اعتماد نہیں کہ جس کو مَیں پکار رہا ہوں اس میں مدد کی طاقت ہے تو پھر یہ بیوقوفی ہے کہ اسے مدد کیلئے پکارا جائے۔ پھر دعا فضول چیز ہے۔ تیسری بات فطری لگاؤ یا فطری محبت ہے جو ہر دوسری چیز کی طرف سے آنکھ بند کر کے صرف محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کیلئے بچے کی اور ماں کی مثال ہے جیسا کہ پہلے بھی دی گئی ہے۔ بچے کا ماں سے فطرتی تعلق ہے قطع نظر اس کے کہ ماں بچے کی مدد کر سکے یا نہ کر سکے وہ اسے ہی پکارتا ہے یہاں تک کہ ایک سمندر میں ڈوبنے والا بچہ جسے علم ہو کہ میری ماں کو تیرنا نہیں آتا پھر بھی اگر ماں اس کے قریب ہو گی تو وہ ماں کو ہی مدد کیلئے پکارے گا کسی دوسرے کو آواز نہیں دیتا۔ یہ ایک جذباتی تعلق ہے اس کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ یعنی بغیر دعا کے انسان کے ایمان کو کامل نہیں کیا جاسکتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق کو بچے اور ماں کا تعلق قرار دیا ہے کہ آنکھ بند کر کے اس کی طرف بھاگو، اس کی طرف جاؤ۔

پھر دوسری چیز اخلاق ہیں جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے باریک در باریک اخلاقی پہلو ہیں کہ باریک نگاہ سے دیکھنے والا بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان تک جا نہیں سکتا جب تک آپ کی رہنمائی نہ ہو۔

اب بیویوں سے حسن سلوک ہے اور محبت کا اظہار ہے۔ گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھنے کیلئے یہ بہت ضروری بھی ہے۔ یہ بنیادی اخلاق میں سے ایک چیز ہے۔ بیویوں کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس حد تک باریکی سے خیال رکھتے تھے۔ آپ کے متعلق آتا ہے کہ جب آپ کی کوئی بیوی برتن میں پانی پیتی تو آپ نے جب پانی پینا ہوتا تو آپ اس جگہ منہ لگا کر پیتے جہاں سے اس نے پیا تھا۔ یہ بڑی چھوٹی سی بات ہے مگر کیسا باریک نکتہ ہے کہ انسانی محبت صرف بڑی بڑی باتوں سے نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ پھر یہی نہیں آپ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ اخلاق کے بڑے بڑے معاملات میں بھی آپ نے ایسی تعلیم دی ہے اور ایسا اُسوہ دکھایا ہے کہ یہ دیکھنے سے لگتا ہے کہ آپ تمام عمر صرف اخلاقیات کا ہی مطالعہ کرتے رہے اور اس کا درس دیتے رہے۔ بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات، رشتے داروں کے باہمی تعلقات، انسان کے اپنے ذاتی کیریکٹر کی تفصیلات، جھوٹ خیانت بدگمانی سے پرہیز، تمام امور ایسے ہیں جن میں آپ کا اُسوہ اور تعلیم کامل اور مکمل ہے اور کوئی شخص بیسیوں زندگیاں بھی پاکر ایسا نمونہ نہیں دکھا سکتا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دکھایا ہے۔

پھر تیسری چیز مادّیات ہیں۔ اس میں ہم دیکھتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس طرف بھی ہمیں رہنمائی کرتی ہے۔ مثلاً ایک شہری زندگی کیلئے سڑکوں کو کھلا رکھنا ہے۔ پانی کی صفائی کا انتظام ہے۔ شہر بسائے جاتے ہیں یا نئی آبادیاں قائم کی جاتی ہیں تو ان کی طرف بڑے بڑے انجینئیر اور سوچنے والے سوچتے ہیں اس طرف توجہ دیتے ہیں۔ آپ نے اس طرف ہمیں توجہ دلائی۔ راستوں کی صفائی کا تعلق ہے تو آپ نے اس طرف توجہ دلائی۔ تمام مادی چیزوں اور دنیاوی چیزوں کی طرف بھی آپ نے توجہ دلائی چاہے وہ حکومتی معاملات ہیں یا تمدن ہے یا تجارت ہے یا صنعت ہے۔ ہر چیز کو اپنے اپنے موقع پر آپ نے بیان فرمایا اور اس کی بڑی تفصیلات آپ کی سیرت سے ہمیں ملتی ہیں لیکن اس کے باوجود آجکل کے مذہبی رہنماؤں کی طرح ہر چیز کو آپ نے مذہب کا حصّہ قرار نہیں دیا۔

مثلاً ایک واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ کچھ زمیندار اپنے کھجور کے باغ میں نر کا مادہ جو ہے، بور جو ہے وہ مادہ میں ڈال رہے تھے (کھجور کے پودے نر اور مادہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں) آپ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حرج ہے کہ اگر اس کو اس طرح نہ ملاؤ۔ ہوا کے ذریعے سے یہ نر اور مادہ خود بھی مل سکتے ہیں۔ لوگوں نے اسے ملانا چھوڑ دیا۔ اس سال یا اگلے سال اس پر عمل نہیں ہوا تو پھل بہت کم آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ہی منع فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا میں نے حکم تو نہیں دیا تھا۔ ان دنیاوی باتوں کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں اب گویا رسول اللہ علیہ وسلم نے مادیات کو مذہب سے جدا کر دیا۔ وہ زبان بھی خدا کے رسول کی زبان تھی جس نے یہ کہا کہ کیا ضرورت ہے ملانے کی اور وہی زبان ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات بھی بتاتی تھی مگر باوجود اس کے کہ وہ خدا کے رسول کی زبان تھی آپ نے مادیات کو مادیات قرار دے کر فرمایا کہ تم ان باتوں کو زیادہ جانتے ہو۔ مگر آجکل کے مولوی خواہ ان کے منہ سے انہونی بات ہی نکلے اس کے نہ ماننے سے اسلام کے دائرے سے خارج اور کافر اور مرتد کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ مغربی یا نام نہاد ترقی یافتہ گروہ ہے۔ ان کے نزدیک نہ مذہب پر ایمان لانا ضروری ہے، نہ مذہب کی تعلیم کی عزت ہے، نہ اخلاق کی حرمت ہے۔ وہ ہر شے کو مادی قرار دیتے ہیں یہاں تک کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ ان کے فلاسفروں نے اس زمانے میں کہا کہ سوال یہ نہیں کہ خدا نے دنیا کو کس طرح پیدا کیا ہے بلکہ یہ ہے کہ انسان نے خدا کو کس طرح پیدا کیا ہے۔ نعوذ باللہ۔ ان کے نزدیک خدا کا سوال انسانی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ اگر خدا کا وجود ایک حقیقت بھی ہے تو پھر بھی وہ دماغی ترقی کی انتہائی کڑی ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک انسان نے ایک اچھا نمونہ تلاش کرنا چاہا۔ جب وہ انسانوں میں ایک عمدہ نمونہ تلاش نہ کر سکے تو انہوں نے انسانوں سے باہر ایک ذہنی نقشہ قائم کیا۔ تصورات میں ایک نقشہ قائم کیا۔ اس نقشہ کو قائم کرنے میں انسان کی پہلی کوشش ایسی کامیاب نہ

تھی مگر جوں جوں وہ زیادہ غور کرتا گیا، زیادہ ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ اس نے ایک کامل نقشہ تیار کرلیا اور اس کا نام خدا ہے۔ یہ اس زمانے کے فلاسفروں کے نزدیک خدا کا تصور ہے اور اب بھی بعض یہ کہتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طرح ان لوگوں نے خدا کو بھی مادیات کا حصّہ قرار دے دیا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 463 تا 466)

اس زمانے کے فلاسفروں نے یہ خود ساختہ خدا بنایا تھا اور بہت سے ان میں سے ایسے بھی تھے جو اس خود ساختہ خدا پر یقین بھی رکھتے تھے لیکن پھر بعد کے آنے والے جو فلاسفر ہیں یا ترقی یافتہ کہلانے والے ہیں اس طرح کے مادی خدا بنانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ پھر مذہب سے دور ہٹتے گئے اور آجکل اس خیال کی وجہ سے کہ خدا ایک خود ساختہ چیز ہے موجودہ فلاسفر دہریت کی طرف چلے گئے ہیں۔ بلکہ تعلیم اور روشن خیالی کے نام پر مغربی ممالک میں رہنے والوں کی اکثریت خدا کے وجود سے ہی انکاری ہو چکی ہے اور صرف اخلاق اور مادی ترقی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور ان دہریت پسند لوگوں کے جو نظریات ہیں ان کو آجکل کے مولوی مزید ہوا دیتے ہیں جنہوں نے اپنی ہر چیز اور اپنے ہر نظریے کو مذہب کا حصّہ ٹھہرا کر عجیب جہالت پھیلا دی ہے۔ پس اس لحاظ سے ہم دیکھیں تو آجکل کے علماء بھی غلطی خوردہ ہیں اور مذہب کو مادیت سمجھنے والے اور اس کا انکار کرنے والے بھی غلطی خوردہ ہیں۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان چیزوں سے بچا کر ایسی رہنمائی فرمائی ہے کہ اصل حقیقت جاننے کیلئے فرمایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت بیان فرمائی کہ ہر معاملے میں اعتدال اور اس کا حق ادا کرنا ہے۔ یہ حقیقی دین ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک عبادت انتہائی ضروری ہے۔ پیدائش کا مقصد ہے لیکن وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِجَارِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے ہمسائے کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور ان کے حصول کیلئے ہمیں تین قسم کے ذرائع کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ پہلی بات تو دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا اور عبادت ہے۔ دوسرے نفس پر قابو پانا، جذبات کو دبانا، انسانی نفسیات پر غور کرنا۔ تیسرے اپنے کام اور اپنے پیشے میں دیانت سے کام لینا اور دنیاوی اور سائنس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 467-466)

اگر ہم غور کریں تو نفس کے حق کیلئے دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ضروری چیز ہے۔ جذبات پر قابو پانا ہے یہ بھی ضروری چیز ہے۔ جذبات ہی بعض دفعہ بے لگام ہو کر اپنے نفس کے حقوق سے بھی محروم کر دیتے ہیں یا ظلم کرنے پر آمادہ کر دیتے ہیں۔ اپنے علم میں اضافہ کر کے، اپنے کام میں دیانت سے کام لے کر اپنی زندگی کی روحانی حالت اور اخلاقی حالت اور مالی حالت کو ہم سنوار سکتے ہیں۔ اسی طرح اپنے اہل و عیال کے حق کی ادائیگی کیلئے بھی دعا ہے، جذبات پر کنٹرول ہے اور مادی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ تمہارے ہمسائے کا بھی تم پر حق ہے۔ یعنی معاشرے کے حق کی ادائیگی بھی اس وقت ہو گی جب ہم اس کیلئے دعا بھی کریں گے۔ ان کے حق ادا کریں گے۔ ان کی نفسیات کو سمجھیں گے اور اس کے مطابق جو دین کا پیغام پہنچانا ہے وہ پہنچائیں گے۔ یہ بھی ان کا حق ہے کہ ان کو دین سے آگاہ کیا جائے اور پھر اپنے علم میں ترقی اور کام میں محنت سے مجموعی طور پر ملک کی ترقی میں بھی ہم حصّہ دار بنیں گے۔ یہ بھی ہمسائے کے حقوق میں اور معاشرے کے حقوق میں آجاتا ہے اور جب معاشرے میں اس سوچ کے ساتھ ہر ایک کوشش کر رہا ہو گا تو وہ معاشرے روحانی، اخلاقی اور مادی ہر طرح کی ترقی کا بہترین نمونہ ہو گا۔

مسلمانوں کی بدحالی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خدا کو، خدا کے مذہب کو مقدم کر کے ان باتوں کا خیال نہیں رکھا جو ابھی میں نے بیان کی ہیں بلکہ اپنے نفسانی جذبات کا نام مذہب رکھ لیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مذہب اتارا تھا اس کو مقدم نہیں کیا بلکہ اگر وہ مقدم رکھتے تو باقی باتوں کا بھی خیال رکھتے۔ اپنے نفسانی جذبات کا نام مذہب رکھ کر اس پر عمل کر رہے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسروں کو اسلام کی خوبیاں کیا بتانی تھیں خود اس خود ساختہ نفسانی مذہب کی پیروی کر کے مسلمان کی گردن زدنی کر رہا ہے۔ نہ ان کو دین ملا، نہ دنیا ملی۔ سوائے اس کے کہ دنیا داروں کے سامنے اپنے ہر مسئلے کیلئے ہاتھ پھیلا رہے ہیں۔ یہی آجکل ہمیں مسلمان دنیا میں نظر آتا ہے۔ مغربی قوموں نے چاہے دین کو دنیا کے تابع کر دیا۔ ان کے خیال میں دین کوئی چیز نہیں ہے دنیا ہی ہر چیز ہے۔ بیشک یہ لوگ بھی بھٹکے ہوئے ہیں لیکن جو مقصد یہ سمجھتے تھے اسے تو حاصل کر لیا چاہے غلط طریق ہی ہے۔ انہوں نے دنیا تو حاصل کر لی لیکن مسلمانوں کو تو نہ دین ملا، نہ دنیا ملی۔

بہر حال ان دونوں طرح کے لوگوں کی اصلاح کیلئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات میں ہی اپنے ماموروں کو بھیجتا ہے جو رہنمائی کر کے مذہب کو مذہب کی جگہ اور اخلاق کی

جگہ اور دنیا کو دنیا کی جگہ رکھتے ہیں۔ بظاہر وہ روحانی پیغام لیکر آتے ہیں مگر ان تینوں چیزوں کا گہرا تعلق ہے اور روحانیت میں کمال سے اخلاق کا درست ہونا لازمی ہے اور اخلاق کی نگہداشت سے مادیت کی درستی بھی لازمی ہے۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا یا یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی دنیا درست ہو اس کو دنیا میں سب کچھ مل جائے۔ جو وہاں ترقی کر رہا ہو اس کے اخلاق بھی درست ہوں ۔اور جس کے اخلاق درست ہوں اس کا مذہب بھی درست ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء انسان کو اپنی طرف لانے کا ہے۔ یہی اس کا مقصد پیدائش ہے۔ پس اس نے اخلاق کی درستی اور مادی ترقی کو مذہب کے تابع کر دیا ہے تاکہ جو اس کی طرف توجہ کرے اسے باقی سب کچھ آپ ہی آپ مل جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کامل مومن کو سب ترقیات حاصل ہوتی ہیں لیکن جو صرف دنیادار ہوں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکھف:105)۔ ان کی سب کوششیں دنیا میں ہی غائب ہوجاتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گویا روحانیت کے قبول کرنے والے کیلئے یعنی اوپر سے نیچے آنے والے کیلئے سیڑھی موجود ہے مگر نیچے سے اوپر جانے والے کیلئے سیڑھی موجود نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دنیا میں ان تینوں امور کے حصول کیلئے الگ الگ ذرائع ہیں لیکن ایک ذریعہ مشترک بھی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنا ہے۔ اخلاق کیلئے کوشش کرنے سے اخلاق مل جائیں گے۔ مادیات کیلئے کوشش کرنے سے مادیات حاصل ہوجائیں گی، دنیاوی ترقی حاصل ہوجائیگی۔ مگر ہر ایک کوشش کا نتیجہ اس دائرے کے اندر محدود رہے گا، اس سے باہر نہیں نکلے گا۔ مگر روحانیت کی درستی کرنے والوں کو ساری چیزیں مل جائیں گی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم بیعت کرتے وقت اس بات کی بیعت نہیں کرتے تھے کہ گلیاں چوڑی رکھیں گے یا صفائی کریں گے یا دوسری مادی چیزوں کا خیال رکھیں گے بلکہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھتے تھے۔ اس سے اخلاق بھی درست ہوتے تھے اور اخلاق کی درستی سے یقیناً دنیا درست ہوتی تھی۔ مسلمان کے اس زمانے میں سچ کے معیار ایک نمونہ تھے۔ تجارت میں دیانتداری کی وجہ سے مسلمانوں کے سپرد دنیا والے بے دھڑک اپنی تجارتیں کر دیا کرتے تھے۔ رعایا سے انصاف دیکھ کر لوگ چاہتے تھے کہ مسلمان ہمارے حکمران ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک موقع پر شام سے مسلمانوں کو نکلنا پڑا کیونکہ اس وقت رومی فوجوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے مقابلہ مشکل تھا لیکن اس وقت شامی لوگ جو رعایا تھی وہ روتے تھے اور اصرار کرتے تھے کہ آپ لوگ یہاں سے نہ جائیں ہم آپ کی مدد کرتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ دفاع کریں گے۔ حالانکہ شامی لوگ بھی عیسائی تھے اور رومی بھی عیسائی تھے۔ مگر یہ اعلیٰ اخلاق اور حکومت کا حسن انتظام تھا جس نے شامی عیسائیوں کو عیسائی حکومت کے مقابلے پر مسلمانوں کی مدد پر آمادہ کر دیا۔ پس گو بادشاہت دنیوی چیز ہے لیکن مسلمانوں کی بادشاہت دنیوی نہیں تھی۔ یہ بادشاہت انہیں مذہب کے طفیل ملی تھی اس لئے مذہب کے پیچھے چلتی تھی اور اسی وجہ سے اس میں ایسی خوبیاں تھیں کہ مذہبی اختلاف کے باوجود رعایا چاہتی تھی کہ مسلمانوں کی بادشاہت قائم رہے، ان کی حکومت قائم رہے۔ گو مسلمانوں کو بادشاہت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کے طفیل ملی تھی لیکن صرف زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ حقیقی ایمان کے طفیل ملی تھی کیونکہ زبانی دعوے والا تو دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے مگر جس کو سچا مذہب مل جائے اس کے اخلاق بھی درست ہوجاتے ہیں اور دنیا بھی۔ کاش کے آج کے مسلمان حکمران اس نکتے کو سمجھیں اور اپنی حکومتوں کو اس نہج پر چلائیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک تاجر کی مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ اس نے ایک بڑی رقم اپنے شہر کے قاضی کو امانت کے طور پر رکھوائی۔ وہ سفر پر جارہا تھا کہ سفر سے واپسی پر لے لوں گا۔ جب واپس آیا اور اپنی رقم کی تھیلی مانگی تو قاضی صاحب نے صاف انکار کر دیا کہ میں نے کوئی امانت نہیں رکھی اور نہ میں امانتیں رکھا کرتا ہوں۔ کیسی تھیلی اور کیسی امانت؟ تاجر نے بہت سی نشانیاں بتائیں لیکن قاضی انکاری تھا کہ میں نے تو کہہ دیا کہ امانتیں رکھا ہی نہیں کرتا۔ اس پر تاجر پریشان ہوا۔ آخر اسے کسی نے بتایا کہ بادشاہ فلاں دن اپنا دربار لگاتا ہے اور ہر شخص کی پہنچ اس تک ہوتی ہے۔ تم بھی جاکر اپنا معاملہ پیش کرو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ مگر کیونکہ اس کے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا اس لئے بادشاہ نے کہا کہ بغیر ثبوت کے تو قاضی کو پکڑا نہیں جاسکتا۔ ہاں بادشاہ نے خود ہی ایک صورت بتائی کہ فلاں دن میری سواری اور جلوس نکلے گا، شہر میں جائیگا تم اس دن قاضی کے قریب کھڑے ہوجانا کیونکہ سڑک پہ بڑے بڑے لوگ استقبال کیلئے موجود ہوتے ہیں۔ میں جب آؤں گا تو تم سے بے تکلفی سے باتیں کروں گا۔ تم بھی ایسے ظاہر کرنا جیسے میرے دوست ہو۔ ڈرنا نہیں کہ میں بادشاہ ہوں، کچھ ہوجائیگا۔ تم سے میں پوچھوں گا کہ بڑے عرصے سے ملے نہیں۔ تو تم بتانا کہ پہلے تو میں سفر پہ گیا ہوا تھا پھر واپس آیا تو

ایک شخص کے پاس امانت رکھی ہوئی تھی اس کا جھگڑا چل رہا ہے۔ وصولی کی کوشش میں ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ ان پر مَیں تمہیں وہیں قاضی کے سامنے ہی کہوں گا کہ اس جھگڑے کے حل کیلئے میرے پاس تم آجاتے۔ پھر تم کہنا کہ اچھا اگر حل نہ نکلا تو میں آپ کے پاس آؤں گا۔ چنانچہ اس دن جب بادشاہ آیا۔ اس تاجر نے ایسا ہی کیا۔ سوال جواب ہوئے۔ قاضی بھی جو بادشاہ کے استقبال کیلئے موجود تھا کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا۔ جب بادشاہ کی سواری آگے چلی گئی تو قاضی صاحب تاجر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم ایک دن میرے پاس آئے تھے اور کسی امانت کا ذکر کیا تھا۔ میرا حافظہ کمزور ہے۔ کچھ نشانیاں بتاؤ۔ تو تاجر نے وہی نشانیاں جو پہلے بتائی تھیں دوبارہ بتادیں۔ قاضی اب چونکہ بادشاہ کا رویہ اور سلوک دیکھ چکا تھا تو فوراً بولا یہ نشانیاں پہلے کیوں نہیں بتائیں۔ امانت میرے پاس محفوظ ہے۔ ابھی لاکر دیتا ہوں۔

جب ایک دنیوی بادشاہ جس کو محدود طاقت ہے اس کی دوستی انسان کو یہ مقام دے سکتی تھی ہے کہ بڑے بڑے لوگ اس سے ڈرتے ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی دوستی کسی کو حاصل ہو اور دنیا اس کے قدموں پر نہ گر جائے۔

پس سچا مذہب حاصل کر کے انسان تمام دنیا کو حاصل کر سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ باتیں جو صحابہ کو ملیں انہوں نے دنیاوی طور پر حاصل نہیں کی تھیں بلکہ جو دنیا انہیں ملی وہ مذہب کے تابع ہو کر ملی۔ مگر اس کیلئے ایمان کی ضرورت ہے۔ ایسا ایمان ہونا چاہیئے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو جذب کرے۔ ایک شخص جسے کامل ایمان حاصل ہو وہ کس طرح اعلیٰ اخلاق کو چھوڑ سکتا ہے۔ اگر اخلاق کے سارے شعبے انسان اختیار کرے اور ان پر عمل کرے تو سچائی، دیانت، امانت، تقویٰ اور طہارت سبھی کچھ اسے حاصل ہو جائے گا اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ علم، ہنر، ہوشیاری، لیاقت اور محنت اس کو حاصل ہو گی۔۔ اس پر عمل کرنے والا ہو گا اور نتیجۃً پھر دنیا بھی حاصل ہو گی۔ پس مومن کو سب سے زیادہ توجہ روحانی تعلق کی طرف کرنی چاہیئے۔ ان لوگوں کی طرح نہیں جو سمجھتے ہیں کہ منہ سے اقرار کافی ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت زبان سے نہیں ہو سکتی بلکہ دل سے ہی ہو سکتی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر انسان ہر شے پر قبضہ کر لیتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 467 تا 470)

جب تک کوئی انسان کمال حاصل نہ کرے انعام نہیں مل سکتا۔ مذہب میں داخل ہونے سے بھی کمال ہی فائدہ ہوتا ہے اس کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ آجکل ہم سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ یا تو پوری مخالفت کرنے والے مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب وغیرہ انہیں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ دوسرے چھوٹے چھوٹے مولویوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ یا کامل اخلاص رکھنے والے۔ ادنیٰ تعلق فائدہ نہیں دیتا۔ اگر انسان خدا تعالیٰ کی طرف چل پڑے تو جیسا پہلوں کے ساتھ ہوا اس کے ساتھ بھی ہو گا۔ اس زمانے میں بھی یہ ہو سکتا ہے۔ اگر انسان حقیقت میں اس کی کوشش کرے تبھی یہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ کی کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کامل طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے ڈال دیں۔ اس کے آستانے پر اپنے آپ کو گرا دیں تو آپ ہی آپ سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اور جو ترقی ہمارے لئے ضروری ہے آپ ہی آپ ہمیں مل جائے گی۔ ایک عام مثال ہے کہ آگ کے پاس بیٹھنے سے انسان کے سب اعضاء جو ہیں وہ گرم ہو جاتے ہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ انسان سب کچھ چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے پاس آئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ حصّہ نہ لے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 471 تا 470)

پس ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ خدا کو حاصل کریں۔ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مذہب کی حقیقت کو سمجھیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت کو ایک ایسی شئے بنائیں جو طبعی چیز بن جائے اور یہی چیز ہمارے اخلاق کے بھی اعلیٰ معیار قائم کرنے والی ہو گی اور دنیاوی ترقیات بھی ہم حاصل کرتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے اگر ہم حصّہ لینے کی کوشش کریں گے تو جھوٹ جو اندھیرا ہے وہ بھی ہم سے خود بخود دور ہو جائیگا۔ سستی، فریب اور دغا اور جو دوسری برائیاں ہیں، دوسروں کے حق مارنا یہ سب ظلمات ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے خود بخود دور ہو جائیں گی۔ ہمارے اخلاق بھی بلند ہوتے چلے جائیں گے اور دنیاوی ترقیات بھی ملتی رہیں گی۔ پس اس معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی نسلوں کو اگر دنیا داری کے بداثرات سے بچانا ہے، مذہب اور اخلاق کا جوڑ انہیں سمجھانا ہے، دنیاوی ترقی کو بھی حقیقی مذہب کے تابع ثابت کر کے انہیں یعنی ان کی نسلوں کو مذہب سے جوڑنا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق جوڑنے کی خود بھی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیرت النبی ﷺ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

راضیہ سرفراز سرے ساؤتھ

یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔ (الاحزاب: آیت 22)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ طیبہ و مبارکہ میں تمھارے لیے اُسوۂ حسنہ ہے۔ اپنی زندگیوں کو نبی کریم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق بسر کرو۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کی غرض اعلیٰ اخلاق کی تکمیل تھی۔ آپ انسانِ کامل تھے۔ آپ ﷺ معراجِ انسانیت تھے۔ آپ ﷺ کی ذات میں ہر خُلق کی بااَحسن تکمیل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے خُلق کے بارہ میں یوں فرماتا ہے کہ

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ: کہ اے محمد ﷺ یقیناً تُو اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر فائز ہے۔ (القلم: آیت 5)

اس آیت کے بارہ میں آنحضور ﷺ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ اپنی معرکۃ الارا کتاب براہین احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے حق میں فرمایا کہ تو خُلقِ عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائی کمال کی تعریف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس کا مطلب ہی ہو گا کہ جہاں تک درختوں کے لیے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے۔ جہاں تک اخلاقِ فاضلہ و شمائلِ حسنہ نفسِ انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاقِ کاملہ تامّہ نفسِ محمدی میں موجود ہیں سو یہ تعریف ایسے اعلیٰ درجے کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں''۔

(براہین احمدیہ صفحہ 283)

تو حبیبِ ربِّ کریم ہے تو عجیب دُرِّ یتیم ہے
تیرے وصف کیسے بیاں کروں
تو جہاں میں سب سے عظیم ہے

حبیبِ کبریا حضرت محمد ﷺ انسانِ کامل تھے۔ کامل انسان سے یہ مراد نہیں کہ آپ جسمانی لحاظ سے کامل تھے اور آپ میں کوئی بدنی خامی نہ تھی بلکہ کامل انسان سے مراد یہ ہے کہ ایسا انسان جو زندگی کی تمام راہوں سے گزرا ہو اور زندگی کا کوئی بھی ایسا پہلو باقی نہ رہا جس میں آپ کا نمونہ موجود نہ ہو اس لیے زندگی کے تمام حالات میں عُسر ہو یا یُسر، تنگی ہو یا آسائش، حاکمیت ہو یا محکومیت، بچپن کا دور ہو یا جوانی کا، ہر حالت میں آپ کے کامل نمونہ سے راہبری حاصل کی جاسکتی ہے اور آپؐ کی ذاتِ اقدس بجا طور پر راہبر کامل کہلانے کی مستحق ہے۔ اس لیے کہ کسی کی زندگی میں ہر قسم کے حالات یکجا نہیں ہوئے اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ازل سے یہی مقدر تھا کہ ایک کامل راہنما ایک کامل انسان دنیا میں بھیجا جاتا ہے تبھی تو خدا تعالیٰ نے آپؐ کے بارہ میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو یہ افلاک بھی میں نہ پیدا کرتا۔

اخلاقِ فاضلہ کی تمام قسمیں یعنی عدل و امانت صبر و استقامت، شفقت و رأفت، زہد و قناعت، حیاء و عفت، جُود و سخاوت، احسان و رحمت، صداقت و شجاعت اور ایثار و تواضع وغیرہ۔ آپکی زندگی کا لازمی حصہ تھیں۔

آپؐ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اخلاق کی عظمتوں کو قائم کرنے کے لیے دنیا میں آیا ہوں۔

آپؐ کے اخلاق کا کمال یہ ہے کہ اُن میں تکلیف اور تصنّع نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں مستقل اور قائم و دائم ہیں۔ اسلام سے پہلے توریت میں قصاص اور برابر کے بدلہ کی تعلیم بھی عدل و انصاف پر مبنی تھی۔ اسلام نے عدل سے ایک قدم آگے بڑھ کر احسان کی تعلیم دیتے ہوئے عفو کی طرف توجہ دلائی۔ مگر عفو کا خُلق اس وقت قابل تعریف ہے جب بر محل ہو۔ اگر کمزوری اور بدلہ لینے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے معاف کیا جائے تو یہ قابل تعریف نہیں۔ عفو وہ قابلِ تعریف جس کے نتیجہ میں اصلاح ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

''بدی کا بدلہ کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا''۔ (سورۃ شوریٰ۔ 41)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ سے عفو کے بے نظیر نمونے دوستوں اور دشمنوں کے بارہ میں ظاہر ہوئے اور آپؐ نے ثابت کر دکھایا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ عفو کے بہترین مظہر تھے۔

انسان اپنوں کو تو معاف کر دیتا ہے اور کرتا چلا آیا ہے مگر غیروں کو معاف کرنا بہت مشکل امر ہے۔ خاص طور پر جنھوں نے شدید دُکھ اور اذیت دی ہو۔ اور خون کے پیاسے ہوں مگر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد ﷺ میں یہ خوبی بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ فتح مکہ سے قبل مکّی زندگی اور پھر مدنی زندگی میں کئی ایسے مواقع پیش آئے کہ اگر آپؐ چاہتے تو بڑی آسانی کے ساتھ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے جنھوں نے آپؐ کا جینا دُوبھر کر رکھا تھا بدلہ لے سکتے تھے مگر آپؐ نے ہمیشہ عفو اور درگذر سے کام لیا۔ خیبر میں آپؐ کے گھر میں دعوت کے لیے بُلا کر زہر دینے والی یہودی عورت اپنے اس گھناؤنے جُرم کے باعث اس قابل تھی کہ اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے بلکہ دی جاسکتی تھی مگر آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ جنگل میں قتل کے ناپاک ارادے سے تلوار سونتنے والے بدّو غثور بن حارث کی جان بخش دی۔ آپؐ کے اخلاق و اعمال کو دیکھ کر سارا عرب دینِ حق کے نور سے جگمگا اُٹھا۔ قرآن شریف میں حضرت محمد ﷺ کو تمام نبیوں کا سردار اور آپؐ کی اُمت کو بہترین اُمت قرار دیا گیا ہے۔ اس بلند مقام اور منصب کا سب سے بڑا تقاضا خدمت ہے۔ چنانچہ فرمایا

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

(سورۃ آل عمران 111)

کہ اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

گویا خدمتِ خلق کے نتیجہ میں مسلمان واقعی طور پر اپنا بہترین ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ تبھی تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ۔ کہ قوم کا سردار اُن کا خادم ہوتا ہے۔ اور آپؐ نے عمر بھر بنی نوع انسان کی خدمت کر کے کُل عالم کا سردار ہونا ثابت کر دکھایا۔ آپؐ نے اپنی جامع خوبصورت تعلیم کے ذریعہ بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہ کی کہ انسان کی جان، مال، اور عزت کی حرمت قائم فرمادی۔

آپ فرماتے تھے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس سے دوسرے تمام انسان امن میں رہیں۔

(بخاری کتاب الایمان)

آپؐ ہمیشہ کمزوروں اور حاجت مندوں کے کام آتے اور فرماتے تھے کہ جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے قیامت کے روز کی تکلیف دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی ستر پوشی فرمائے گا۔ ہمارے مربیّ اعظم اور رحمت اللعالمین کی شفقت و محبت کسی خاص قوم کے لیے نہ تھی بلکہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے ساری اُمت کے لیے محسن قرار دیا ہے۔ آپؐ غرباء کی مدد کے لیے تحریک بھی کرتے تھے اور فرماتے تھے مستحق لوگوں کی ضروریات مجھ تک پہنچاتے رہا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ خلق کے سلسلے کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں

"ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کہیں سے دس درہم آئے۔ اتنے میں ایک سوداگر آگیا۔ رسول کریم ﷺ نے اُس سے چار درہم میں ایک قمیص خرید لی اُسے پہن کر باہر آئے تو ایک انصاری نے عرض کیا حضور آپ یہ مجھے عطا کر دیں اللہ آپؐ کو جنت کا لباس عطا فرمائے آپؐ نے وہ قمیص اسے دے دی پھر آپؐ دکاندار کے پاس گئے اور اس سے چار درہم میں ایک اور قمیص خریدی۔ اب آپؐ کے پاس دو درہم بچ گئے راستہ میں آپؐ کو ایک لونڈی ملی جو رو رہی تھی۔ آپؐ نے رونے کی وجہ پوچھی تو بولی کہ گھر والوں نے مجھے دو درہم کا آٹا خریدنے بھیجا تھا وہ گم ہو گئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو درہم اسکو دے دیئے۔ جانے لگے تو وہ پھر رو پڑی آپؐ نے پوچھا کہ اب کیوں روتی ہو؟ وہ کہنے لگی مجھے ڈر ہے کہ گھر والے تاخیر ہو جانے کے سبب ماریں گے آپؐ اس کے ساتھ ہو لیے اور اُس کے مالک کو جا کر کہا کہ اس کو ڈر تھا تم لوگ اس کو مارو گے اس کا مالک کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے قدم رنجا فرمانے کی وجہ سے میں آج اس کو آزاد کرتا ہوں۔ آپؐ نے اسے نیک انجام کی بشارت دی اور فرمایا اللہ نے ہمارے درہموں میں کتنی برکت ڈالی۔ ایک قمیص انصاری کو ملی۔ ایک قمیص خدا کے نبی کو عطا ہوئی۔ ایک غلام بھی اس میں آزاد ہو گیا۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ سب کچھ عطا فرمایا"۔

انکساری تکبر کی متضاد صفت ہے اور ایثار کی ایک قسم ہے۔ اکثر جھگڑے دنیا میں اس لیے ہوتے ہیں جب طرفین میں سے ہر فریق اپنے حق پر اڑا رہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے حق کو ترک کر دے تو جھگڑے ختم ہو جائیں۔ پس انکساری دنیا کے امن و امان کے بڑھانے میں زبردست آلہ ہے جو ایثار کے ساتھ مل کر تمام فساد جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور فرماتا ہے۔

" اور نہ ہی زمین میں اکڑ کر چلو اللہ تعالیٰ ہر اِترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا"۔

(سورۃ بنی اسرائیل 38)

اس لیے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ایک دانہ کے برابر بھی کِبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ پس امن کی راہ انکساری میں ہے جو حضرتِ کبریاء کو بہت پیاری ہے آپؐ نے خدا سے علم و عرفان پاکر اپنے تجربہ سے یہ حقیقت آشکار فرمائی۔ ماتواضع احد اللہ الا رفعہ اللہ

ترجمہ: اللہ کا بندہ جب خدا کے لیے انکساری کرتا ہے

(بقیہ صفحہ 21 پر)

عبادتِ الٰہی اور اسوۂ رسول ﷺ

منزہ ولی سنوری — بریمپٹن ہارٹ لیک ساؤتھ

قرآن کریم میں متعدد بار عبادت کا حکم آیا ہے۔ انسانی پیدائش کی غرض ہی عبادتِ الٰہی قرار دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

" یعنی میں نے جنّ و اِنس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے"۔(سورہ الذاریات:57)

عبد کے معنی ہیں اُسکی اطاعت کی۔ اُسکے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ ایاک نعبد کا مطلب ہے ہم تجھے عبادت کے لیے خاص کرتے ہیں۔ عبادتِ الٰہی سے مراد ہے ایسی کامل ہستی کی عبادت جو اپنے کمالات میں منفرد ہو اور اسکا کوئی شریک نہ ہو۔ ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ اُسکے سوا کوئی نہیں جسکی حقیقی معنوں میں عبادت کی جائے۔ فرمانبرداری کی جائے۔

عبادت کے معنی کامل تذلّل کے ہیں جب تک پوری اتباع نہ ہو اور انسان اپنے نفس کو الٰہی تاثرات کے قبول کرنے کے قابل نہ بنائے اسکی عبادات عبادت نہیں کہلا سکتی۔ کامل عبادت کامل تعلق کو چاہتی ہے۔ پس عبادتِ الٰہی کا اصل مقصد تزکیہ نفس ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

سورۃ البقرہ آیت 130 میں حضرت ابراہیمؑ کی دُعا یعنی اے خدا تُو اِنہی میں سے ایک رسول بھیج جو انھیں تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ اُنھیں کتاب کی تعلیم دے۔ ان پر احکامِ الٰہیہ کی حکمت واضح کرے اور انکے نفوس کا تزکیہ کرے۔

اس قرآنی آیت سے یہ بھی بات سامنے آتی ہے کہ نماز روزہ وغیرہ احکام اور ان کی حکمتیں اصل مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود تزکیہ نفس ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنا ہیں۔ اور یہی تعلیم اور پاک نمونہ قائم کرنے کے لیے ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور اس ابراہیمی دُعا کے نتیجہ میں معاشرہ کو غلاظتوں سے پاک کیا۔ تعلیم اور حکمت سکھائی اور نفوس کو پاک کرکے دکھایا۔ اس کا عملی نمونہ خود قائم کیا۔ جو آپ ﷺ کی عمدہ زندگی سے ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

سب سے بڑھ کر عبادت الٰہی کرنے والا خدا کا پیارا بندہ نبی کریم ﷺ کی بابرکت ذات کو ہی کہا گیا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کی نسبت سورہ الجن آیت 20 میں فرماتا ہے۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾

ترجمہ: یعنی جب اللہ تعالیٰ کا بندہ محمد ﷺ اسکی طرف بلانے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو مکہ کے لوگ اس پر جھپٹ کر آکر گرتے ہیں۔ (عبد اللہ اس جگہ نبی کریم ﷺ کا صفاتی نام قرار دیا گیا ہے)

اسوۂ رسولؐ

ہم دیکھتے ہیں کہ شہر مکہ کے طَرَب خیز اور پُر رونق ماحول کو چھوڑ کر ایک نوجوان اللہ کی یاد میں محویت اور خِلوت پسندی کا کیا ہی عمدہ نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ غارِ حرا میں جاکر تنہائی میں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنا۔ عالمِ جوانی میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر ویرانوں کو ترجیح دینا عمدہ عبادت نہیں تو اور کیا ہے۔ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو پاؤں متورّم ہو جاتے ہیں آپؐ سے کہا جاتا ہے کہ یا رسول اللہ آپ ایسا کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ کے متعلق کیے گئے وہ گناہ ڈھانک دیے گئے ہیں جو پہلے گذر گئے اور جو اَب تک نہیں ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا! کیا میں اُسکا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق آپؐ رات کو تیرہ رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور ان کی طوالت کا تو ذکر ہی کیا۔ اسی طرح روزے رکھنے کے بارہ میں بھی روایت ہے کہ بعض دفعہ سارا سارا ماہ روزے رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو شعبان سے زیادہ کسی اور ماہ میں نفلی روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپؐ شعبان کے اکثر حصہ میں روزہ رکھتے بلکہ قریباً سارا ماہ روزہ رکھتے۔

(شمائل نبویؐ۔ صفحہ 123)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ ہر ماہ کی چاندنی راتوں میں 3 دن روزہ رکھتے تھے اور آپؐ جمعہ کے دن

(بقیہ صفحہ 17 پر)

شمائلِ نبوی ﷺ از رُوئے قرآن

غزالہ بشارت ــــ وان نارتھ

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب 33 کی آیت 73 میں فرماتا ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٣﴾

ترجمہ: ”یقیناً ہم نے امانت کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسانِ کامل نے اُسے اٹھالیا۔ یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود میرے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل ہونے کی گواہی دی ہے اور زمین و آسمان اور پہاڑوں کو آپؐ کے مقابلے میں ہیچ قرار دیا ہے ایک اور جگہ پر آپؐ کے عظیم اخلاق کا ذکر اس طرح کیا کہ

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿٥﴾

(القلم: آیت 5)

دراصل قرآن کریم آنحضورؐ کے اخلاق کی لفظی تصویر ہے اور آنحضورؐ قرآن کی عملی تصویر ہے۔ آپؐ کے اخلاق کے بارہ میں حضرت عائشہؓ کی بھی یہی گواہی ہے کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن کہ آپؐ کا خُلق قرآن ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”جو اخلاقِ فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا وجود تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پائے جاتے تھے۔۔۔۔ پیش گوئی زبور باب 45 میں آنحضرت ﷺ کی شان میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا

”خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے تجھے زیادہ معطر کیا“۔ (براہین احمدیہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے کئی اخلاق حسنہ بیان فرمائے ہیں جن میں کچھ کا ذکر درج ذیل ہے۔

سراپا نور

ارشادِ باری ہے۔

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٥﴾

النساء: آیت 175

ترجمہ: ”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی حجت آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن کر دینے والا نور اُتارا ہے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۗ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٦﴾

ترجمہ: ”اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا ہے جو تمہارے سامنے بہت سی باتیں جو تم (اپنی) کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے خوب کھول کر بیان کر رہا ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے وہ صرفِ نظر کر رہا ہے یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آچکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی“۔ (المائدہ: آیت 16)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا حضرت محمدؐ کے سراپا نور ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت ولطافت ونورانیت پر واقعہ ہیں کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے ۔۔۔ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باوجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا“۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 195 حاشیہ 11)

رحمان خدا کے مظہر یا رحمۃ اللعالمین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: ”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر“۔ (الانبیاء: آیت 108)

آپؐ کا وجود سراپا رحمت تھا آپؐ عورتوں کے لئے، یتیموں کے لیے، غلاموں کے لیے، جانوروں کے لیے الغرض تمام انسانیت کے لیے رحمت تھے آپؐ کی زندگی سے ہمیں آپؐ کے رحمۃ اللعالمین ہونے کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ ابو مسعود بدریؓ اپنے ایک غلام کو کسی بات

پر مار رہے تھے نبی کریمؐ نے دیکھا تو فرمایا اسے آزاد کر دو۔ اور انہوں نے غلام آزاد کر دیا۔ (مسلم)

نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ خادم کے مالک پر تین حق ہیں اوّل یہ کہ جب وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اسے جلدی نہ ڈالے۔ دوسرے کہ کھانا کھاتے ہوئے اسے کھانے سے نہ اٹھائے۔ تیسرے کہ اسے بھوکا نہ رکھے بلکہ سیر کر کے کھانا کھلائے۔

ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا خادم بہت غلطیاں کرتا ہے اور زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے کیا میں اسے سزا دے لیا کروں حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے خادم سے دن میں ستر دفعہ تک عفو کا معاملہ کرو (حیثمی)

آنحضورؐ نے جانوروں سے بھی رحم کا سلوک کرنے کی تلقین کی۔ ایک دفعہ صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہمیں جانوروں کی وجہ سے بھی اجر ملے گا آپؐ نے فرمایا ''ہاں ہر ذی روح اور جاندار چیز سے نیکی اور احسان کا اجر ملتا ہے''۔

(ابوداؤد)

نرم دل۔ نرم گفتار

ارشادِ باری ہے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ (آلِ عمران: آیت 160)

ترجمہ: ''پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تند خو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دُعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کرے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے''۔

سورۃ التوبہ آیت 128 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے مومنوں کے لیے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے''۔

آنحضورؐ کو جس بات کا حکم ملا وہی تعلیم آپؐ نے آگے اپنی امت کو دی۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

'' مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ (بخاری)

ہوائے نفس سے بات نہ کرنا

سورۃ النجم آیات 4-5 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٥﴾

ترجمہ: ''اور وہ خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا یہ تو محض ایک وحی ہے جو اُتاری جا رہی ہے''۔

سورۃ الجن آیات 27-28 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا ﴿٢٧﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَإِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: '' وہ غیب کا جاننے والا ہے وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ پس یقیناً وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے حفاظت کرتے ہوئے چلتا ہے''۔

عالم الغیب خدا نے اپنے محبوب رسول آنحضرت ﷺ کو بے شمار غیب کی خبریں رؤیا و کشوف کے ذریعے بتائیں اور آپؐ نے لوگوں کو ان سے اطلاع دی ان سب پیش گوئیوں میں سے بعض ظاہری رنگ میں پوری ہوئیں اور بعض تعبیری رنگ میں ہو رہی ہیں آنحضرتؐ نے ان غیب کی خبروں کے بارے میں ہمیشہ یہی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی ہے اور آپؐ نے ان خبروں کے پورا ہونے کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی ذات پر ہی توکل کیا۔

مثلاً حضرت عائشہؓ کے ساتھ شادی سے قبل ان کی تصویر دکھا کر آنحضرتؐ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہے ظاہری حالات میں یہ بات ناممکن نظر آتی تھی کیونکہ نبی کریمؐ اور حضرت عائشہؓ کی عمروں کا فرق یہی چالیس سال سے زائد تھا اس پیش گوئی غیبی خبر پر کامل ایمان کے باوجود آنحضورؐ نے کمال احتیاط سے اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس رؤیا کا ظاہری رنگ میں پورا ہونا ہی مراد ہے تو وہ خود اس کے سامان پیدا فرمائے گا۔

(بخاری)

آنحضورؐ کی ان صفات کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے جو دنیا کا مربّی اعظم ہے یعنی وہ شخص کہ جس سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا۔ جس نے توحید گم گشتہ اور ناپید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجّت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے''۔

(براہین احمدیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ رسول ﷺ

آسیہ ناصر بٹ ـــــ احمدیہ ابوڈ آف پیس

ایک سچا مسلمان جو حضرت آدم سے لیکر آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتا ہے وہ تمام انبیاءؑ کی غیرت رکھتا ہے لیکن جب بات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہو تو کسی مسلمان کی غیرت اس بات کو برداشت نہیں کرتی کہ کوئی انسان آپؐ کی ذات کے خلاف ہلکی سی بھی بات کرے۔ لیکن کیونکہ غیروں کو روکنا ہمارے بس میں نہیں ہے اسلیئے مسلمانوں کو خود حضرت محمد ﷺ کے مقام و مرتبے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ کے مقام کے بارے میں ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے وہ روشنی دکھائی ہے جس کے لئے ہر احمدی حضرت مسیح موعودؑ کا شکر گزار ہے۔ اگر آپؑ ہمیں صحیح راستہ نہ دکھاتے تو ہمارا بھی آنحضرت ﷺ سے تعلق کا اظہار صرف ظاہری جلسے جلوسوں تک ہی ہوتا۔

حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس کیلئے کیا جذبات رکھتے تھے اُن ہی کے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اُسکے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دلبرداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اُنس اور شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلی اُس پر پڑتی ہے اور اُسکو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دیکر قوی جذبہ کیساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے۔ اور اُسکی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں" ۔(حقیقۃ الوحی۔ صفحہ 5)

ایک اور جگہ فرمایا:

"ہمارے نبیؐ کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت ﷺ کی پیروی کر کے خود اُن نشانوں کو پالیتے ہیں۔ لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اِس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اُسے کہتے ہیں اور سچا نبی اُس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقل مندوں کا کام نہیں۔ دُنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے گئے اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سیّد و مولا نبیؐ ہیں۔

(کتاب البریہ)

حضرت بانی جماعت احمدیہ کے فرزند حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ طبیعت ناساز تھی اور آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لیے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہیئے۔ اس وقت زیادہ حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی اُنگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سُن کر فرمایا:

"یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت ﷺ کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔"

یہ ایک خالصتاً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سے بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اُس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلبِ صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کسے خواہش نہیں مگر ذرا اُس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاکؐ (فداہُ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی چل پڑتی ہے"۔

(سیرۃ طیبہ، صفحہ 35-36)

رَبط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے (درثمین صفحہ 13)

آنحضرت ﷺ کی خشیّت اور خوفِ الٰہی

سمیرہ روحی —— درہم جماعت

فخر دو عالم ، افضل الرسل ، خاتم النبیین ﷺ جن کے لیے خالقِ کائنات نے یہ ارض و سماء تخلیق کئے۔ جو انسانیت کا فخر رحمۃ اللعالمین اور ہستی باری تعالیٰ کا سب سے محبوب ترین اور کامل ترین انسان تھا۔ جس کے لیے اُن کے دُشمن بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ محمد ﷺ کو تو اپنے رب سے عشق ہو گیا ہے۔ اور پھر وہی محمد ﷺ جن کو ان کے اپنے صحابہ خشیت اور خوفِ الٰہی میں ڈوبا ہوا پاتے تو حیران ہو جاتے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا۔ یارسول اللہ آپ کیوں اتنی گریہ وزاری کرتے ہیں؟ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت نہیں دے دی؟ تو وہ معصوم اور عجز وانکسار کا مظہر انتہائی عاجزی سے گویا ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کیا میں اپنے رب کا عبدِ شکور نہ بنوں؟ آپؐ کی عبادتِ الٰہی میں خدا اور بندے کے درمیان ہونے والی ہمکلامی، خوف ورجاء یعنی محبوب کے خفا ہو جانے کا ڈر اور عشقِ الٰہی ڈوبے ہونے کے ایسے دلفریب نظارے ملتے ہیں کہ ان موتیوں کو اس مختصر سے مضمون میں سمیٹنا یقینا ناممکن ہے اس لیے چند واقعات نمونے کے طور پر پیش ہیں۔

آنحضرت ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے غناء اور عظمت سے خائف رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ " ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے میں بسا اوقات ستر 70 مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں"۔(بخاری)

اللہ تعالیٰ کے غناء سے ہمیشہ آپ کو یہ خوف ہی دامن گیر رہتا تھا کہ نیک اعمال خدا کے حضور قبولیت کے لائق بھی ٹھہرتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر ہے

"سچے مومن وہ ہیں جو اپنے رب کی خشیت کے باعث ڈرتے رہتے ہیں اور اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب دیتے ہیں جو بھی دیں وہ (خدا کی راہ میں) تو ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" (المومنون: آیت 58 تا 61)

حضرت عائشہؓ کے دل میں ان آیات کے بارہ میں ایک سوال پیدا ہوا۔ انھوں نے عرض کیا

" یارسول اللہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں چوری کرتے ہیں۔ گناہ کرتے ہیں اور پھر اللہ سے ڈرتے ہیں نبی کریم تو قرآن کی عملی تعبیر تھے۔ آپؐ سے بڑھ کر کون ان آیات کی تعبیر بیان کر سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نیکیاں غیر مقبول ہو کر رد ہو جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرتے رہتے ہیں"۔(ترمذی)

حجۃ الوداع میں میدانِ عرفات میں آپؐ نے خشوع و خضوع سے جو دُعا کی وہ آپؐ کے خوف اور خشیت کا بہترین اظہار ہے۔ آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں۔

"اے اللہ تعالیٰ تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے۔ میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ میں ایک بد حال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس (چلا آیا) ہوں۔ میں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں۔ (ہاں) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح آہ و زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینا کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دُعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے۔ اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دُعا کرنے میں بد بخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ! جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا ہے اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے میری دُعا قبول کر لینا"۔(طبرانی)

اس کیفیت کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے مولیٰ کے حضور مناجات میں اس کا تقویٰ اور خشیت مانگا کرتے۔ کبھی کہتے" اے اللہ! میرے نفس کو اپنا

(بقیہ صفحہ نمبر 17 پر)

(بقیہ از صفحہ نمبر16)

خوف اور تقویٰ نصیب کردے اور اسے پاک کردے۔ تجھ سے بڑھ کر کون اسے پاک کر سکتا ہے۔ تو ہی اس کا دوست اور آقا ہے۔(مسلم)

مختصر یہ کہ اس فانی فی اللہ کی یہی دلدوز چیخ و پکار اور دُعائیں ہی تو تھیں جنھوں نے عرشِ الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور سرزمینِ عرب میں ایسا انقلاب آیا جو کسی انسانی کوشش سے پیدا نہیں کیا جاسکتا تھا۔

آج اسلام ایک بار پھر دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ اور بانیٔ اسلام محمد ﷺ پر لگانے والے نازیبا الزامات ہر غیرت مند مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ آج وقت اور حالات ہر احمدی کو بار بار بآوازِ بلند اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف بلا رہے ہیں اور آج قلمی جہاد کے ساتھ اگر کوئی زبردست طاقت ہمیں کامیاب کر سکتی ہے تو وہ اس فانی فی اللہ کا اسوہ ہی ہے جس پر چل کر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی محبتِ الٰہی اور خشیت الٰہی کی ایسی آگ روشن کردے جس سے ہم اپنے تمام نیک مقاصد حاصل کر سکیں اور اپنے پیارے آقا محمد ﷺ کی طرح خدا کی ازلی و ابدی جنتوں کے وارث بن جائیں۔ آمین۔

(بقیہ از صفحہ نمبر12)

کم ہی بغیر روزہ کے ہوتے تھے۔(شمائل نبویؐ-صفحہ 124)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال خدا کے حضور پیش کیئے جاتے ہیں اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس حال میں میرے اعمال پیش ہوں کہ میں روزے دار ہوں۔(شمائل نبویؐ-صفحہ 124)

ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ جب تلاوت کرتے تو جب کسی رحمت والی آیت پر سے گذرتے وہاں رک جاتے اور اس رحمت کے طالب ہوتے اور جب عذاب کی آیت پر سے گذرتے وہاں رُک جاتے اور اس سے پناہ مانگتے۔(شمائل نبویؐ-صفحہ 127)

ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ کی نماز میں اتنی زیادہ گریہ وزاری ہوتی تھی کہ بمطابق روایت آپ ﷺ کے سینے سے رونے کی آواز ایسے معلوم ہوتی جیسے ہنڈیا ابلنے کی آواز ہو۔
(شمائل نبویؐ-صفحہ 131)

حضرت اُمِّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر ہوتی تھی۔ واضح قرأت ہوتی۔ آپؐ ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ ادا کرتے تھے۔(شمائل نبویؐ-صفحہ 131)

گویا یہ تھا آپکی عبادتِ الٰہی کا نمونہ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نمونے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حمدِ باری تعالیٰ

ڈاکٹر قانتہ عائشہ۔ درہم

لطیف اتنی کہ پہنچ جائے رب تک
دعا وہ شے آئے نہ آئے لب تک
زیبائش روح کی بھی لازم اتنی
سنگھار تمام نہ کر ظاہری چھب تک
صدا صرف تجھ کو دی تھی
ہواؤں نے پہنچا دی سب تک
دیر کر دی بہت کہتے کہتے
لفظ کھو گئے معنی جب تک
رسم پوری کریں بھولنے کی
سُنے کوئی یادیں کب تک
بٹی نہ پھر بھی چاند کی تنہائی
بیکار جاگے کیوں ستارے شب تک
حُسن دَمکتا ہے چمکتا سنورتا بھی
وقت کی ایک ہی کاری ضرب تک
رَبط دل کا تھا شاید کہیں
چُونک جانا اِک نام پہ اب تک

آنحضرت ﷺ — محسنِ خواتین

نصرت ربانی ظہور۔۔۔دارالامن

اسلام سے قبل عورت خطہ عرب کے زمانہ جاہلیت میں نہایت بے چارگی کی حالت میں زندگی گزار رہی تھی اور اُسکا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ جس کا نقشہ حضرت مسیح موعودؑ نے یوں کھینچا ہے۔

''ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

(سورۃ الروم:42)

ترجمہ:''یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گے''۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر آتا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٩﴾

''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر مل جائے تو اسکا منہ سیاہ ہو جاتا ہے۔اور وہ نہایت رنجیدہ ہوتا ہے۔(سورۃ النحل: آیت 59)

رحمت اللعالمین سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مظلوم طبقۂ نسواں کو ذلالت کے گڑھے سے اُٹھا کر نہایت اعلیٰ اور ارفع مقام تک پہنچایا۔ اس طرح عرب معاشرہ میں نئی سوسائٹی قائم ہوئی۔ آپؐ نے اس سلسلے میں کامل اعتدال اور عدل و انصاف پر مبنی تعلیم بیان فرمائی۔طبقۂ نسواں کی تین حیثیتوں یعنی بیٹی، بیوی اور ماں کے بارے میں اسلام کی تعلیم اتنی کامل ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

عورت بحیثیت بیٹی

رحمت اللعالمین آنحضرت ﷺ نے دختر کشی کی وحشیانہ رسم کو قطعاً ممنوع قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ﴿٣١﴾

ترجمہ: تم مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔انہیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(سورۃ بنی اسرائیل: آیت 32)

آپؐ نے بچیوں کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا فرمایا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کی تو وہ قیامت کے روز اس طریقہ سے آئے گا کہ وہ اور میں دونوں ایسے ملے ہونگے (اور آپ ﷺ نے انگلیوں سے اشارہ فرمایا)۔

(صحیح مسلم)

خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ایسا عمدہ حُسنِ سلوک اور ایسی اعلیٰ تربیت فرمائی کہ وہ جنت کی تمام خواتین کی سردار کہلائیں۔

شادی کا اختیار

اسلام نے لڑکیوں کو شادی کے لئے چناؤ کا بھی اختیار دیا۔ لیکن ولی یا سرپرست کی رضامندی ضروری ہے یہ اسکے اپنے فائدہ کیلئے ہے۔ کیونکہ اگر اپنی تجربہ کاری سے تھوڑی سی بھی غلطی کر بیٹھے تو اُسکا خمیازہ عمر بھر بھگتنا پڑے۔

ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک مالدار شخص سے کر دیا جسکو لڑکی ناپسند کرتی تھی۔اُس نے آپؐ سے شکایت کی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا تو آزاد ہے کوئی تجھ پر جبر نہیں کر سکتا، عرض کی یارسول اللہ میں اپنے باپ کو ناراض نہیں کر سکتی۔اس سے بھی میرا تعلق ہے، میں تو اس لئے حاضر ہوئی تھی کہ ہمیشہ کے لئے عورت کا حق قائم کر کے دکھاؤں تاکہ دنیا پر یہ ثابت ہو کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کو اس کی مرضی کے خلاف رخصت نہیں کر سکتا۔جب آپ ﷺ نے حق قائم فرمادیا تو خواہ مجھے تکلیف پہنچے میں باپ کی خاطر قربانی کے لئے تیار ہوں۔(مسند احمد بن حنبل)

عورت بحثیت بیوی

آنحضرت ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دلائی فرمایا:

ترجمہ: دیکھو تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور میں اپنے اہل کے ساتھ برتاؤ کرنے کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔۔(صحیح مسلم)

حقِ مہر

شادی کے وقت عورت کو ایک حق، مہر کی صورت میں دیا گیا ہے۔مہر، اُس مالی منفعت کا نام ہے

جو نکاح کے نتیجہ میں خاوند کی طرف سے بیوی کو واجب الادا ہے۔ وہی اسکی مالک ہے۔ وہ جس طرح چاہے اسے اپنے مصرف میں لاسکتی ہے۔

حقِ وراثت

ایک اور حق جو اسلام نے عورت کو دیا ہے وہ مسلم عورت کو دنیا کی تمام عورتوں سے ممتاز کرنے والا ہے۔ اور وہ ہے حق وراثت۔ اگر مرد کو بحثیت باپ، بیٹے اور خاوند حصہ دار مقرر کیا ہے تو عورت کو بھی بیٹی، بیوی اور ماں کی حیثیت سے حصہ دار مقرر کیا ہے۔ اسی غرض کیلئے سورۃ النساء اتاری گی۔ جس میں تفصیل کے ساتھ عورتوں کے تمام حقوق بیان ہوئے ہیں۔

طلاق

عورتوں کے حقوق میں سب سے اہم مسئلہ طلاق کا ہے۔ اگر فریقین اس معاہدہ کو نبھانے کے قابل نہ رہیں یا آپس میں نباہ نہ کر سکیں تو جس طرح طلاق کے ذریعہ میاں کو علیحدگی کا اختیار حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی حق دیا ہے کہ وہ علیحدگی اختیار کر سکتی ہے جسے خلع کہتے ہیں۔ خاوند کی وفات پر بھی عورت کو دوسری شادی کا حق دیا۔ مسلم سماج کو تلقین کی گئی۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ

ترجمہ: اور تمھارے درمیان جو بیوائیں ہیں انکی بھی شادیاں کراؤ۔ (سورۃ النور:33)

خود آنحضرت ﷺ نے بیوہ عورتوں سے شادیاں کر کے ایک اعلیٰ نمونہ قائم فرمایا۔

تعدّد ازدواج

قانون فطرت اور معاشرہ کے بعض مخصوص حالات کے پیشِ نظر تعدّد ازدواج ایک اہم معاشرتی ضرورت ہے۔ اسلام نے ایک سے زیادہ چار تک شادیاں کرنے کی اجازت عدل و مساوات کی شرط کے ساتھ مشروط کی ہے جیسا کہ فرمایا:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

یعنی اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔ (سورۃ النساء:4)

عورت بحثیت ماں

جنت ماں کے قدموں تلے بتا کر ماں کو عظیم الشان رتبہ عطا کیا، آپکی آمد سے قبل ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے۔ اسی واسطے اللہ کو کہنا پڑا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ

ترجمہ: کہ تمھاری مائیں تم پر حرام ہیں۔
(سورۃ النساء:24)

یہ حضرت محمد ﷺ کی ہی ذات بابرکت تھی جس نے عورتوں کو درجہ ترقی تک پہنچایا اور اسلام نے طبقۂ نسواں کے حقوق کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ انکی عزت و ناموس کی حفاظت کا بھی مستقل انتظام فرمایا۔

(بقیہ از صفحہ 11)

تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو رفعت عطا کرتا ہے۔ (مسلم کتاب البر)

میرے پیارے آقا کی تو تمام زندگی عجز و انکساری کے عملی نمونوں سے بھری پڑی ہے کس کس کا ذکر کیا جائے۔ آپؐ کی ذاتِ کاملہ وہ کامل اُسوۂ حسنہ ہے جو آپؐ کے سِوا کبھی کسی نبی یا بادشاہ سے ظہور میں نہیں آیا۔ اللہ اللہ کس شان کا یہ عربی نبی تھا۔ نام محمدؐ اور کام بھی محمدؐ۔ پس اگر آج کی مادہ پرست دنیا میں امن کا قیام کرنا ہے تو پھر ہمیں امن کے حسین کا اُسوہ اپنانا ہو گا الغرض حضور اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ، آپؐ کا دلکش حسنِ سلوک عالم انسانیت کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ اخلاقِ محمدیؐ کے آئینہ میں اپنے آپ کو سنواریں اور اپنے وجود کو اپنے محسن و مشفق آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسنِ کردار سے زینت دیں تا اس معاشرہ کی دھکتی ہوئی جہنم خیر الخلائق سیّد الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ جنت میں بدل جائے۔ آمین۔

قرأۃ العین

محترمہ امتہ المتین زاہدہ صاحبہ وینیپیگ جماعت سے اپنی پوتی دُرِّ ثمین طیّب کی پہلی بیٹی کی پیدائش کے موقعہ پر درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بچی کا نام قدسیہ طیّب تجویز فرمایا ہے۔ بچی وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بچی کے نیک خادمۂ دین ہونے کی درخواستِ دُعا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کی نماز اور دُعائیں

بشریٰ سمیع ــــ وان ایسٹ

انسانیت اپنے خالق ومالک کی تلاش میں سرگرداں تھی کہ ناگاہ ایک شیریں آواز نے صحرائے عرب کا سکوت توڑا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

"تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا"۔

(آل عمران آیت 32)

فرمان الٰہی کی تعمیل میں یہ مژدہ جانفزاء سنانے والے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ تھے۔ جنہوں نے اپنے رب سے انتہائی درجہ کی محبت کی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں رنگین ہو کر دنیا کو ایک بہترین اور خوبصورت نمونہ دیا۔

آپؐ نے اپنی قوم اور امت کی تربیت اور اصلاح کے لئے جو سب سے اہم ذریعہ استعمال فرمایا وہ دعا کا ہتھیار تھا۔ آپؐ نے ہر لمحہ، ہر گام اپنے رب سے دعائیں مانگیں اور دعاؤں کے لازوال خزانے چھوڑے جن کا فیضاں آج بھی جاری وساری ہے یہ آپؐ کی دردوالحاح سے مانگی ہوئی دعائیں ہی تھیں جو خدا کی رحمت کو کھینچ لائیں اور ایک ایسا روحانی انقلاب برپا ہوا جس نے دنیا کی تقدیر بدل ڈالی۔

ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ہر حال عسر ویسر میں اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ دن کا ایک حصہ عبادت اور ذکر الٰہی ایک حصہ اہل خانہ اور گھریلو کاموں کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مقرر تھا۔

عزیز بہنو! آپؐ ہر کام اللہ کا نام لے کر شروع کرتے تھے۔ اس قلیل وقت میں اب میں آپ کی دعاؤں اور نماز کا کچھ ذکر کروں گی۔

احادیث کے مطابق آپؐ روزانہ اپنی مصروفیات کا آغاز نماز تہجد سے کرتے تھے۔ نماز سے قبل وضو کرتے وقت مسواک کا استعمال کر کے منہ اچھی طرح صاف کرتے۔ نہایت خوبصورت اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے جس میں قرآن شریف کی لمبی تلاوت کرتے۔ اتنی لمبی کہ کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں پر ورم ہو جاتے۔ (بخاری، کتاب الادب)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے پوچھا گیا کہ کونسی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا رات کے درمیانی حصہ میں سب سے زیادہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرض نمازوں کے معًا بعد کے اوقات بھی خاص قبولیت دعا کے ہیں۔ (ترمذی، کتاب الدعوات)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی۔ کسی نے پوچھا اس وقت کون سی دعا کرنی چاہیے؟ فرمایا "دنیا وآخرت کی بھلائی مانگو"۔

(ترمذی، کتاب الدعوات)

ختم قرآن کا وقت بھی خاص قبولیت دعا کے اوقات میں سے ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جب بندہ قرآن کریم ختم کرتا ہے تو اس وقت ساٹھ ہزار فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں نیز اس موقع پر قبر کی وحشت سے مانوسیت اور حصول رحمت کا وقت ہوتا ہے (شوکانی ص 43-42)

آنحضرتؐ نے اپنی امت کو جمعہ کی ایک خاص گھڑی کا بتایا جس میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اس گھڑی کا وقت امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک ہے۔"

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

ایک مرتبہ آپؐ ایک ایسے شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو چوزے کی طرح کمزور ہو چکا تھا۔ آپؐ نے اس کی حالت بھانپ کر فرمایا

"تم کوئی خاص دعا کرتے تھے وہ کہنے لگا ہاں میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ تو نے جو سزا مجھے دینی ہے آخرت کی بجائے اس دنیا میں دے لے" رسول کریمؐ نے فرمایا اللہ پاک ہے۔ تمہیں اس سزا کی برداشت کہاں ہے؟ تمہیں یہ دعا کرنی چاہیئے تھی

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پھر آپؐ نے اس شخص کے لئے دعا کی اور اللہ نے اسے صحت عطا کی۔

(مسلم کتاب الذکر ودعا)

میری بہنو! حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں: "ایک دفعہ رسول کریمؐ فجر کی نماز میں اتنی تاخیر سے تشریف لائے کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا آپؐ نے مختصر نماز پڑھا کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہو پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "میں تمہیں آج فجر کی نماز پر دیر سے آنے کی وجہ بتادوں میں رات کو تہجد کے لئے اٹھا اور جتنی توفیق تھی نماز پڑھی۔ نماز میں ہی مجھے اونگھ آگئی۔ آنکھ کھلی تو اپنے

(بقیہ صفحہ 28 پر)

آنحضرت ﷺ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیوں کیں

عالیہ صدف ـــــ ووڈبرج

رسول اللہ ﷺ کی زندگی بنی نوع انسان کے لیے احسانِ عظیم ہے۔ صنفِ نازک کو جو حقوق آپؐ نے دیئے وہ کسی اور مذہب نے نہیں دیئے۔ اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کو زندہ درگور کرنے کی بد رسم کو ممنوع قرار نہ دیتے تو آج کچھ اور ہی منظر ہوتا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِھِمْ۔(ترمذی)

یعنی مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین اخلاق اس کے ہیں جو عورتوں کے حق میں بہترین ہے اور اُن سے بہت اچھا سلوک کرتا ہے۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کُل گیارہ شادیاں کیں۔ ہر شادی سے صنفِ نازک کی کوئی نہ کوئی نیکی، خوبی اور ہمدردی اُجاگر ہوئی۔ آپؐ کی کسی بھی شادی میں حرص اور طمع کا ذرہ بھر عنصر نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا جو کہ آپؐ سے 15 سال بڑی تھیں، دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں اور اُنکے بچے بھی تھے۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کی بڑی قدردانی کی اور اُن سے حسنِ سلوک کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ آج کے زمانہ میں کوئی ایسی مثال پیش کر سکتا ہے کہ ایک 25 سالہ خوبصورت نوجوان 40 سالہ بیوہ سے شادی کر کے اس کی خوشی اور خوش حالی کے لیے خدا سے دعائیں مانگے۔ دوسری شادی حضرت سودہؓ سے کی جو ایک صحابی کی بیوی تھیں ان کے میاں ہجرت کر گئے اور وہیں وفات پا گئے۔ بیوی کی حفاظت کے نکتہ نگاہ سے حضورؐ نے اُن سے نکاح کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھیں اور حضورؐ کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ حضرت حفصہؓ حضرت عمر بن خطابؓ کی بیٹی تھیں اور ان کے خاوند بھی جنگِ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کی سخت طبیعت کی وجہ سے کوئی صحابی بھی حضرت حفصہؓ سے شادی کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ حضورؐ کے نرم دل نے اُن کو اپنا کر حسنِ سلوک کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ حضرت زینبؓ سے شادی کا مقصد بھی یہی تھا کہ زید جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے تھے کی بیوی تھیں مگر باہمی اختلافات کی وجہ سے روز روز اَن بَن ہوا کرتی تھی۔ حضورؐ سے زیدؓ نے کہا یا رسول اللہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے حکماً زور دیا کہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرو۔ اسکی حفاظت کرو، خبر گیری کرو، اور خدا سے ڈرو لیکن بالآخر علیحدگی ہو گئی تو اذنِ الٰہی سے حضورؐ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ تا کہ لوگوں کے دلوں سے یہ غلط خیال بھی دور ہو جائے کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کی طرح ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت ماریہ قطبیہؓ ایک لونڈی تھیں حضرت صفیہؓ حضرت اُمِ سلمیٰؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت اُمِّ حبیبہؓ سے صرف اور صرف اس لیے نکاح کیا کہ ان عورتوں کو جنگوں کے بعد کسی نہ کسی محافظ اور مددگار کی ضرورت تھی۔ حضرت میمونہؓ حضور ﷺ کے غریب رشتہ داروں میں سے تھیں اور اُن سے نکاح کا مقصد اپنے غریب رشتہ داروں کی امداد کرنا تھا۔

رسول اللہ ﷺ پچاس سال کی عمر تک دس خواتین سے نکاح کر چکے تھے اور یہ خواتین 13 سال کے عرصے میں آپؐ کے نکاح میں آئی تھیں۔ یہی عرصہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو ایسے اساتذہ اور رہنماؤں کی ضرورت تھی جو اُن کی زندگی کے بعد بھی اُن کے اس کام کو جاری رکھ سکیں۔ بہت سی بیویاں آپؐ سے عمر میں چھوٹی تھیں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ دین کی اشاعت کیلئے ان قبائل سے دوستانہ تعلق رکھنے کیلئے بھی اِن قبائل کی خواتین کو آپؐ اپنے نکاح میں لائے گویا ہر شادی میں کوئی نہ کوئی حکمت، کوئی نہ کوئی خُلقِ عظیم کا پہلو پنہاں تھا اور آپؐ کی زندگی کے گہرے مطالعے سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپؐ نے ازواجِ مطہرات سے کس قدر حُسنِ سلوک فرمایا۔

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے لئے رحمت و شفقت

حافظہ امتہ السلام طارق ــــ کیلگری ساؤتھ

جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی سنّت یہی رہی ہے کہ جب نسلِ انسانی کو ضرورت پڑی اس کی اصلاح کے لئے اپنے برگزیدہ انبیاء بھیجتا رہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔

(سورہ فاطر: آیت 25)

یعنی ہم نے تمام قوموں کی طرف نبی بھیجے جن کی آمد کا اولین مقصد نسلِ انسانی کی بھلائی کرنا اور ان کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر قائم کرنا ہوتا ہے اور ان کے سامنے اپنا قابلِ عمل نمونہ پیش کر کے اُن کو صفاتِ حسنہ سے متّصف کرنا ہوتا ہے۔

چنانچہ آنحضرتؐ نے خود فرمایا

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں تمام اخلاق اور خوبیوں کو درجہ کمال تک پہنچاؤں۔

(مدارج النبوہ 55 سن اشاعت ربیع الاول 1395 ہجری)

آپ کا وجود مبارک معصوم اور چھوٹے بچوں کے لئے سراپا شفقت و محبت تھا۔ ماں سے زیادہ اولاد سے کون محبت کر سکتا ہے مگر صحابہؓ فرماتے ہیں کہ اے رسول اللہؐ وہ شفقت جو مخلوق خدا نے آپؐ سے دیکھی کسی نے اپنی ماں سے بھی نہ دیکھی ہو گی۔

(الفضل سیرت النبیؐ نمبر 1983 ص 17)

ہمارے آقا محمدؐ بچوں سے بہت پیار کرتے آپؐ کی یہ عادت تھی کہ بچوں کو خود سلام کرتے ایک دفعہ مدینہ کے بچوں نے مشورہ کیا کہ آج ہم لوگ خود حضورؐ کو پہلے سلام کریں گے اور درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑے ہو گئے مگر حضورؐ نے دیکھ لیا اور پہلے آ کر سلام کیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاءَ بِالسَّلَامِ

یعنی لوگوں میں سے اللہ کو وہ زیادہ پسند ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔

(رسول اللہ کی باتیں صفحہ 13 حدیث 12)

آنحضرتؐ بچوں کی بہت دلجوئی فرماتے اگر آپؐ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو تھوڑی تھوڑی سب بچوں میں تقسیم کر دیتے اور ان کو سمجھاتے جاتے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ آہستہ آہستہ کھاؤ۔ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ بچے کو جو چیز پسند ہوتی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر دیتے اور محبت سے کھلاتے۔ ایسا کرنے کا مقصد خدا کا شکر گزار بندہ ہونے کے علاوہ بچوں میں شکر گزار بندہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوتا۔ (زاد المعاد اسوہ رسول کریمؐ۔ ص 163)

خطا پر سرزنش نہ کرتے

آپؐ بچوں کی معمولی تکلیف کو رفع کر دیتے آپؐ بچوں کو کبھی تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ آپؐ نے کبھی بچے پہ ہاتھ نہیں اٹھایا۔ نہ ہی زندگی بھر کسی بچے کو پیٹا۔ (الفضل سیرۃ النبیؐ نمبر 1983ء)

مزید آپؐ نے فرمایا

مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح بخاری جلد سوم ص 344)

نیز یہ بھی فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا يَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا

جو بچوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (ترمذی کتاب البر والصلہ)

جنّت کی خوشبو

علاوہ ازیں ایک دفعہ آپؐ نے بچوں کو ہی دیکھ کر فرمایا تھا "تم بے شک ماں باپ کو بخیل بھی بناتے ہو اور بزدل بھی بناتے ہو لیکن تم جنت کی خوشبو بھی ہو"۔ (سیرت حضرت محمدؐ ص 247، ترمذی)

مساوات

حضرت اُسامہ بن زیدؓ اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ گود میں لے کر ایک ران پر مجھے اور دوسری ران پر اپنے نواسے حسنؓ کو بٹھا لیتے اور دونوں کو سینے سے لگا کر بھینچتے اور فرماتے اے اللہ میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر۔

(بخاری کتاب الفضائل اصحاب)

یتیم بچوں سے حُسن سلوک

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یتیموں کی خبر گیری کے لئے بہت سی ہدایات دے کر قوم کو خبردار کیا ہے کہ یتیم کا خاص خیال رکھا جائے جیسا کہ فرمایا: "فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ (الضحیٰ: 10)

یتیم بچے قوم کا ایک نہایت قیمتی خزانہ ہوتے ہیں اگر ان کی طرف توجہ نہ دی جائے تو یہ خزانہ ضائع

ہو جاتا ہے ۔بے بس اور بے سہارا بچے آوارگی کا شکار ہو جاتے ہیں اور قوم کے لئے نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقاؐ نے جو کہ خود بھی یتیم تھے فرمایا

اَنَاوَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِیْ الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ

(ترمذی)

میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت میں دونوں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح میری یہ دوانگلیاں اور یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دوانگلیاں اٹھا کر ملا کر دکھائیں۔(بخاری کتاب الادب ص346 حدیث نمبر943)

نیا پھل اور سب سے کم عمر بچہ

جب آپؐ کی خدمت میں نئے موسم کا پھل پیش ہوتا تو آپؐ اس کو آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھتے پھر یہ الفاظ ارشاد فرماتے

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا اٰخِرَہٗ (زادالمعاد)

اے اللہ جس طرح تونے ہمیں اس پھل کا شروع دکھلایا اسی طرح اس کا آخر بھی ہمیں دکھا اور پھر جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔

بچے کی ابتدائی تعلیم

آپؐ نے فرمایا جب بچہ بولنے لگے تو اسے لَآاِلٰـہَ اِلَّااللّٰہُ سکھاؤ پھر مت پرواہ کرو کہ کب مرے اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دو۔ فرمایا

مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَآءَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْاھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءَ عَشْرٍ وَّفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِیْ الْمَضَاجِعِ (ابوداؤد)

یعنی بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو اگر تین سال کی کوشش کے بعد بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو سرزنش کی جائے اور دس سال کی عمر میں اس کو علیحدہ سلائیں۔

بچوں میں تین خوبیاں ضرور پیدا کرو

فرمایا کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت و خصلت کے ان میں راسخ ہو جائیں۔

۱۔اپنے نبیؐ کی محبت

۲۔اہل بیت کی محبت

۳۔قرآن کریم کا پڑھنا (الجامع الصغیر جزاول 18)

باپ کی دعا

پھر آپؐ نے مزید فرمایا

دُعَاءُ الْوَالِدِ کَدُعَآءِ النَّبِیِّ لِاُمِّہٖ

یعنی باپ کی دعا اپنے بچے کے حق میں ایسی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے لئے۔

(الجامع الصغیر ابن سیوطی ابن ماجہ)

اپنی اولاد کا واجبی احترام کرو

پھر آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ

اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کو اچھے اخلاق سکھاؤ۔

نیک اولاد پیدا کرنے کے لئے دعا

آپؐ نے نیک اولاد پیدا کرنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ والدین اپنے خیالات کو بھی پاک رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہیں

اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا

اے خدا ہمیں بھی شیطان سے محفوظ رکھنا اور جو کچھ بھی تو ہمیں عطا کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھنا۔(بخاری کتاب الدعوات)

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پیارے آقا حضرت محمدؐ کی پیاری اور حسین تعلیم پر صدق دل سے عمل کریں اور اس میں ہی ہماری جماعت اور قوم کی بھلائی ہے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

نعتِ مبارکہ

ریحانہ احمد

مٹ گئی ظلمت، چراغِ چشمِ بینا آگیا
راہِ حق دکھلا گیا، دورِ سکینہ آگیا

سج گئی انگشتری اُس میں نگینہ آگیا
وادیِ بطحا میں جب شاہِ مدینہ آگیا

سرورِؐ کونین کے دم سے ہیں ساری برکتیں
نسخۂ قران لائے سب کو جینا آگیا

ساقیِ کوثرؐ نے ہم کو جام جب بھر کر دیا
ہم سے کم ظرفوں کو بھی ساغر سے پینا آگیا

کوہِ فاراں پر وہ چمکا بن کے جب اک آفتاب
آنکھوں میں نورِ حق زینہ بہ زینہ آگیا

راہِ دینِ مصطفےٰؐ پر اُٹھ پڑا جب سے قدم
ہم کو بھی آخر طریقت کا قرینہ آگیا

اُسوۂ ختم الرسلؐ لایا مجھے ساحل تلک
جب کبھی گرداب میں میرا سفینہ آگیا

بوریئے پر صاحبِ لولاک بیٹھا دیکھ کر
ہم فقیروں کو بھی جینے کا سلیقہ آگیا

مصطفےٰؐ پر اس مہینے ہی ہوئی شانِ نزول
"نعت کہیے اب کہ رحمت کا مہینہ آگیا"

ترک کر سب غفلتیں اور رحمتوں کو کر تلاش
جاگ اُٹھ غافل کہ پھر دورِ شبینہ آگیا

نعت کیا لکھوں کجا میں اور کجا وہ ذاتِؐ پاک
مجھ کو اتنا سوچ کر جاناں پسینہ آگیا

آنحضرت ﷺ کی خوراک وغذا

عابدہ بشریٰ وان ایسٹ

رسول اللہ ﷺ کی غذا انتہائی سادہ ہوتی تھی۔

کھانے کے آداب

آپؐ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونے کی ہدایت فرماتے تھے۔(ہیثمی)
نیز اللہ کا نام لے کر اپنے سامنے سے اور دائیں ہاتھ سے کھانے کی تلقین فرماتے۔ (بخاری)
تازہ کھانا ہی نہیں بلکہ پہلے سے بچا ہوا کھانا کھالیتے تھے۔ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھتے اور کھانا کھا کر یہ دُعا کرتے۔" تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور فرمانبردار بنایا"۔ فرماتے جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یہ کہے۔بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔ اللہ کے نام کے ساتھ اس کے شروع میں اور آخر میں۔(شمائل الترمذی)
حضرت عطیہ بن عامر جہنی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کو زبردستی کھانا کھلایا جارہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لیے اتنی بات کافی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو لوگ دنیا میں زیادہ سیر ہوتے ہیں وہی روز قیامت سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے۔(سنن ابنِ ماجہ)

پسندیدہ گوشت

آپؐ پرندوں کا گوشت بھی کھالیتے۔ مرغی کا بھی اور دنبے کا بھی۔ آپؐ نے پیٹھ کے گوشت کو بہترین قرار دیا ہے۔ فرمایا بہترین گوشت پشت کا گوشت ہے۔ دستی کا گوشت بھی آپؐ کو پسند تھا۔ بلکہ ایک دفعہ تو ایسا ہوا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے ہنڈیا پکائی۔ آپؐ کو دستی کا گوشت پسند تھا۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں دستی پیش کی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے اور دستی دو میں نے اور پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اور دستی دو۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ مجھے دستی دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ایک بکری کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم خاموش رہتے تو جب تک میں دستی مانگتا رہتا تم مجھے دستی دیتے جاتے۔
آپؐ بھنا ہوا گوشت کھاتے۔ ایک دفعہ صحابہ کے ساتھ مسجد میں بھی کھایا۔
ثرید بھی تناول فرماتے۔ فرمایا کرتے عائشہؓ کو دوسری عورتوں پر وہی فضیلت ہے جو ثرید کو باقی کھانوں پر۔(شمائل الترمذی)

پھل کھانے میں پسندیدگی

جب آنحضرتؐ کے پاس موسم کا پہلا پھل آتا تو آپؐ فرماتے "اے اللہ برکت عطا فرما ہمارے شہر میں اور ہمارے پھلوں میں اور ہمارے صاع اور مد (پیمانوں) میں بھی برکت ڈال۔ پھر آپؐ سب سے چھوٹا بچہ دیکھتے اسے بلاتے اور یہ پھل اسے عطا فرماتے۔(سنن ابنِ ماجہ)

رسول اللہ ﷺ ہر قسم کے ممکن الحصول پھل مثلاً تربوز، خربوزہ، کھجور وغیرہ بھی تناول فرماتے۔ جب کوئی شخص آپؐ کو پھل پیش کرتا تو آپؐ دعا کرتے اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔(شمائل الترمذی)
حضرت سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا جس گھر میں کھجور نہیں وہ اُس گھر کی مانند ہے جس میں کوئی کھانا نہیں۔(شمائل الترمذی)
حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ دو دو کھجوریں کھانے سے منع فرمایا۔(سنن ابن ماجہ)
آپؐ پنیر، ستو، کھجور بھی کھالیتے تھے۔ بلکہ حضرت صفیہؓ کا ولیمہ ہی ستو اور کھجور سے کیا تھا۔(شمائل الترمذی)

مشروبات

رسول اللہ ﷺ کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔
رسول اللہ ﷺ پانی پینے میں تین سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔
(شمائل الترمذی)

پسندیدہ سبزی

آپؐ چقندر بھی استعمال فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے علی! اس میں سے کھاؤ یہ تمھارے لیے زیادہ مناسب ہے۔(شمائل الترمذی)

سبزیوں میں کدو بھی آپ کو پسند تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ بتاتے ہیں۔ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا۔ جس میں کدو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ پیالے سے کدو چُن چُن کر تناول فرمانے لگے۔ اس دن سے میں بھی کدو پسند کرنے لگا۔(شمائل الترمذی)

آپؐ سرکہ کو بھی سالن کے طور پر استعمال فرمالیتے اور فرماتے کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے۔(شمائل الترمذی)

آپؐ زیتون کا تیل بھی استعمال فرماتے اور فرماتے زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے استعمال کرو کیونکہ یہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔ (شمائل الترمذی)

روٹی میں پسندیدگی

آپؐ جَو کی روٹی کھالیتے اور کبھی نہ ملتی تو رات خالی پیٹ بھی گزار دیتے۔

سہل بن سعدؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضورؐ کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ نہیں آیا ہوگا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ حضورؐ کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں۔ سائل نے پوچھا کہ پھر جَو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟ (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہلؓ نے فرمایا کہ اس آٹے میں پھونک مار لیا کرتے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے۔ باقی گوندھ لیتے تھے۔(شمائل الترمذی)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب دودھ پیش کیا جاتا تو ارشاد فرماتے برکت ہے یا فرماتے دو برکتیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے اللہ دودھ پینے کو عطا فرمائے تو وہ یوں کہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔ یعنی اے اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں مزید یہی (دودھ) عطا فرما۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم کہ دودھ کے علاوہ کوئی اور چیز کھانے اور پینے دونوں کے لئے کفایت کرتی ہو۔
(شمائل الترمذی)

دُعا برائے تقریبِ شادی

محترمہ نصرت بھٹی صاحبہ اہلیہ سُلطان احمد بھٹی صاحب آف وُوڈبرج جماعت اعلان کرتی ہیں کہ اُنکی صاحبزادی مدیحہ صدف بھٹی اور عائشہ صدیقہ بھٹی کی بابرکت شادی حال ہی میں انجام پائی ہے۔ احبابِ جماعت سے دونوں خاندانوں کیلئے یہ رشتہ بابرکت ہونے اور دینی و دُنیاوی حسنات کا موجب بننے کی درخواست دُعا ہے۔

دعائیہ درخواست

- عطیہ شریف صاحبہ، سعدیہ منہاس صاحبہ، شاہینہ بُشریٰ صاحبہ، امتہ النصیر چوہدری صاحبہ، آمنہ طاہرہ صاحبہ، مریم صدیقہ صاحبہ، طاہرہ صدیقہ صاحبہ، شاھدہ مبارک صاحبہ آف احمدیہ ابوڈ آف پیس سے اپنے افرادِ خاندان کی صحت و سلامتی کیلئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔۔
- عطیہ خاور صاحبہ، قمر النساء صاحبہ، شبنم مصباح صاحبہ ویمپیگ جماعت سے اپنے افرادِ خاندان کی صحت و سلامتی کیلئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔
- بشریٰ ناہید زوجہ میجر طلحہ بن ظریف صاحب تحریر کرتی ہیں کہ وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تہہ دِل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ حضور کی دعاؤں سے سب بچوں کی شادیاں طے پائیں اور جو بچے پیدا ہو رہے ہیں وہ سب وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ الحمدللہ۔ ماہِ دسمبر 2014ء کو اللہ تعالیٰ نے ایک پوتی اور ایک نواسے سے نوازا ہے۔ احبابِ جماعت سے درخواستِ دُعا ہے کہ یہ دونئے آنے والے واقفینِ نو صحت و سلامتی والی اور دین و دُنیا کی دولت سے مالا مال نیز دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے والی زندگیاں پانے والے ہوں۔ آمین۔

بزمِ مشاعرہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا

شکیلہ طاہر صاحبہ

12جون2015ء بروز جمعۃ المبارک کا سورج غروب ہوتے ہوتے جیسے مسی ساگا کی بیت الحمد میں حُسنِ کلام سے محظوظ ہوتے ٹھہر گیا تھا۔ نیشنل بزمِ مشاعرہ کی پُروقار تقریب کو انتظامیہ کے شعبہ آرائش نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ عرش سے فرش تک سنہری پارچہ جات کی خوبصورت جھلمل کہ آنکھیں چکا چوند ہو جائیں۔ سنہری سیج کہ جس پر بیٹھنے والا بھی حسین ہو جائے۔ سنہری قمقمے۔ جھلمل دیئے۔ دونوں اطرافِ نشست اور درمیان میں فرشی نشست خوبصورت سوزنی اور گاؤ تکیوں کا آرام۔ اس پاکیزہ ماحول میں محترمہ عقیلہ صاحبہ نے حسبِ روایت قرآن کریم کی تلاوت سے تقریب کا آغاز کیا۔

محترمہ ڈاکٹر امۃ القدوس فرحت صاحبہ، نیشنل سیکرٹری اشاعت کینیڈا کے زیرِ نگرانی اس محفل کا انعقاد عمل میں آیا اور انہوں نے ہی نضامت کے فرائض بھی بہت منکسر مزاجی اور خوبصورتی کے ساتھ انجام دیئے۔

تلاوتِ قرآن کریم اور ترجمہ کے بعد انہوں نے اس محفل میں تلاوت کردہ آیات کے انتخاب کے متعلق بتایا کہ

”شعر انداز بیان کا سب سے خوبصورت طریق ہے حتیٰ کہ قرآن پاک کو بھی معنوی و ادبی خوبصورتی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کا شعری کلام کہا جانے لگا۔ اس الزام کو رد کرنے کے لئے یہ آیات بتلاتی ہیں کہ شاعر تو عموماً غلط بیانی اور جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ شعری وجد کے لئے جنگلوں میں پھرتے ہیں لیکن آنحضرت ﷺ نہ تو ایسے کردار کے مالک تھے اور نہ ہی جنگلوں میں پھرنے والے۔ لہٰذا قرآن کسی شاعر کی تخلیق نہیں۔ آخری آیات میں ان شاعروں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے اور جنہوں نے شاعری کو دفاعِ اسلام کا حربہ بنایا اس تعریف سے مبرّا فرمایا۔

اس مختصر تشریح کے بعد اس تقریب کی مہمانِ خصوصی کا تعارف کروایا گیا جو صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی اور حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی ہیں۔ امیر مشاعرہ محترمہ راشدہ سیال صاحبہ نے جو آٹواہ سے تشریف لائی تھیں نے بطورِ خاص اس محفل کو رونق بخشی۔

مشاعرے کے دو حصے تھے۔ حصہ اول حمدیہ و نعتیہ اور خلافت سے متعلق کلام پر مشتمل اور حصہ دوم مزاحیہ و طربیہ نظموں اور دیگر غزلوں پر مشتمل تھا۔ پُررعب خاموشی اور پُروقار نظم و ضبط میں حضرت مسیح موعودؑ کا پُرمعارف و خوبصورت حمدیہ کلام پیش کیا گیا۔

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

باقاعدہ مشاعرہ کا آغاز کرتے ہوئے محترمہ ڈاکٹر امۃ القدوس فرحت صاحبہ نے کہا:

”مشاعرے کا سب سے بڑا اصول اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر کہنا، سننا، لقمے دینا ہے۔ میانہ روی ایک قرآنی تعلیم اور اسلامی روایت ہے۔ اس مشاعرے کی ترتیب و ترکیب ادبی روایات کے عین مطابق نہیں ہو گی کیونکہ اس میں بچیاں بھی نظمیں پڑھیں گی اور انگریزی میں بھی کلام پیش کیا جائے گا“۔

اس کے بعد محترمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ نے اپنا خوبصورت نعتیہ کلام پیش کیا جس میں سیرت النبیؐ کے حسین پہلو لطیف اشعار کی پوشاک میں بیان کئے گئے۔

دوسری شاعرہ محترمہ ریحانہ احمد صاحبہ تھیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کو موضوع بنا کر ایک انتہائی خوبصورت نظم پیش کی جس کا عنوان تھا ”نگارِ ہستی“ جس پر حاضرین نے خوب دادِ تحسین پیش کی۔

اس کے بعد محترمہ آنسہ طاہرہ مسعود صاحبہ نے حمدیہ کلام ”اک مصور“ کے عنوان سے پیش کیا اور پاکستان میں ہونے والے مظالم کے پس منظر میں ایک نظم پیش کی۔

ان کے بعد بزم میں ایک اور تنوع دیکھنے میں آیا جب محترمہ رفعت جہاں عدنان صاحبہ نے اپنا نعتیہ کلام انگریزی میں پیش کیا۔

“For all mankind as a mercy. He was sent and we look around fearless in time”.

اس رنگارنگ تقریب کا ایک اور خوبصورت رنگ

ایک تتلی جیسی چھوٹی بچی شاعرہ کے آنے سے رنگین ہوا جب عزیزہ غزالہ مریم صاحبہ نے دسمبر 2014ء میں آرمی پبلک سکول پشاور پر حملہ میں معصوم بچوں کی شہادت پر اپنی انگریزی نظم پیش کی۔ نظم کا عنوان تھا "A morning Daffodil"۔ بعد ازاں محترمہ منزہ ولی صاحبہ نے اپنا کلام پیش کیا جس کا موضوع تھا "دس شرائط بیعت"۔

اگلی شاعرہ محترمہ "امۃ الستار صاحبہ" تھیں جنہوں نے "خلافت" کے موضوع پر اپنے اظہار خیال کو نظم کیا تھا۔ پھر خاکسار شکیلہ طاہر اس کے بعد اپنا کلام لیکر حاضر ہوئی۔ نظم کا پس منظر 28 مئی 2010 میں وقوع پذیر ہونے والا سانحہ لاہور تھا۔

ایک اور خوبصورت تتلی عزیزہ عبیرہ سمیع نے سندھ کے شہر سانگھڑ میں اپنے والد کی شہادت کے واقعہ کو موضوع سخن بنایا اور کمال ہمت و حوصلہ سے اردو میں اپنی نظم سامعین کے گوش گزار کی۔

محترمہ بشریٰ انعام صاحبہ نے اس کے بعد اپنا کلام "حضور کی آمد" پیش کیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح کی آمد پر ہم سب کے خوشی و محبت کے جذبات کی عکاسی شامل تھی۔ محترمہ عطیہ عارف صاحبہ شہدائے لاہور 2010 میں سے ایک شہید کی بہادر ماں ہیں انہوں نے اپنے بیٹے کی شہادت کے منظر کو نظم کیا جو اپنی جگہ ایک دلیرانہ عمل ہے۔ محترمہ شہلا مرزا صاحبہ کے "قدرت ثانیہ" کے موضوع پر لکھے گئے خوبصورت ترانے نے ماحول کو بہت خوش گوار بنا دیا ان کا کلام، ان کا ترنم اور ترانے کا انداز سب بہت حسین تھا۔

پہلے حصہ کے آخر میں میر مشاعرہ محترمہ راشدہ سیال صاحبہ نے "وہ وقت کیسا تھا" کے عنوان سے اپنا کلام پیش کیا جس میں 2003ء میں حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات سے حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس کے خلیفہ بننے کے نازک ترین لمحات کو بہت ہی لطافت و نفاست سے نظم کیا گیا تھا۔

دوسرا دور مشاعرہ

دوسرا دور شروع ہوتے ہی موضوعات نے شوخی اختیار کی۔ نظامت بھی ظرافت کا رنگ اختیار کر گئی۔ محترمہ امۃ الباسط باجھی صاحبہ کے ذمہ مشاعرہ کے دوسرے حصہ کی میزبانی آگئی اور ان کا پُر لطف نیا پہلو ہم سب پر عیاں ہوا کہ وہ اتنی شگفتہ بیان بھی ہیں۔ حاضرینِ محفل ان کے دلچسپ انداز بیان سے خوب محظوظ ہوئے۔

اس حصہ میں سب سے پہلی مشاعرہ جنہیں دعوت سخن پیش کی گئی وہ محترمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ تھیں ان کی غزل کا عنوان تھا "دل کی آواز"۔ اس کے بعد محفل اپنے عروج پر اس وقت نظر آئی جب محترمہ امۃ الشافی صاحبہ نے اپنی مایہ ناز شاعرہ والدہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا مزاحیہ کلام "میں ویلی" کے عنوان سے پیش کیا جس سے حظ اٹھانے کی بنیادی وجہ یہ سمجھ آئی کہ بظاہر آپ بیتی دراصل جگ بیتی تھی۔

اگلی مشاعرہ محترمہ عائشہ کاتنہ صاحبہ تھیں جس کی خوبصورت غزل کا خوبصورت عنوان "بولتے قلم" تھا۔

کتنی خاموشی سے بولتے ہیں قلم
احساس سے لیتے ہیں الفاظ جنم

بعد ازاں میر مشاعرہ محترمہ راشدہ سیال صاحبہ کی خدمت میں دعوت کلام پیش کی گئی۔ اس تمہید کے ساتھ کہ مزاحیہ شاعری ان کے مزاج کے خلاف ہے پھر بھی یہ نظم لکھی گئی جس کا دلچسپ موضوع "بی جمالو" تھا اس بظاہر ظرافت پر مبنی کلام نے سامعین کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا جس پر اکثر کی رائے یہ تھی کہ یہ قطعاً مزاحیہ کلام نہیں اور یہی محترمہ راشدہ سیال صاحبہ کی شگفتہ بیانی کا خاصہ تھا کہ ہمارے اردگرد موجود معاشرے کے ایک ضرر رساں کردار کو بہت لطیف پیرایہ میں بیان کیا۔

اس کے بعد طعام و نماز کا وقفہ ہوا۔ مزید ار عشائیہ کے بعد محترمہ امۃ النور صاحبہ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی امامت میں صلوٰۃ المغرب و عشاء باجماعت ادا کی گئی۔

سونف سپاری کی تقسیم کے ساتھ مشاعرہ کا دوبارہ آغاز محترمہ آنسہ شرما صاحبہ کے خوبصورت کلام بعنوان "آنسو" سے ہوا۔ محترمہ امۃ الباسط باجھی صاحبہ کی شگفتہ نظامت میں محفل مختلف چٹکلوں کے ساتھ آگے بڑھی اور ہماری خوش لباس و خوش اطوار شاعرہ محترمہ آپا آصفہ اسلم صاحبہ نے اپنا طربیہ کلام پیش کیا۔ اگلی شاعرہ محترمہ ڈاکٹر نور افروز صاحبہ تھیں جنہوں نے اپنے مرحوم شوہر کی یاد میں لکھی تخلیق بعنوان "شہر خاموشیاں" پیش کی۔

پھر نظامت کے فرائض سرانجام دینے والی شاعرہ محترمہ امۃ الباسط باجھی صاحبہ نے مزید ار کلام پیش کیا جس کا عنوان تھا "نیشنل عاملہ میں جانے کی ناکام خواہش"۔ بعد ازاں محترمہ بشریٰ سیال صاحبہ نے اپنا پنجابی کلام سامعین کی خدمت میں پیش کیا "ربا دُکھی دِلاں دی پُکار سُن لے" محترمہ بشریٰ ملک صاحبہ نے اپنی خوبصورت آواز اور خوبصورت طرز سے تازہ کلام پیش کر کے حاضرینِ محفل کو خوب محظوظ کیا۔ بعد ازاں محترمہ امۃ القدوس قدسیہ صاحبہ نے اپنا تازہ کلام پیش کیا۔ "آفتاب لکھتی رہوں ماہتاب لکھتی رہوں" محترمہ شاہدہ خان صاحبہ نے "موازنہ" کے عنوان سے دلچسپ نظم پیش کی جس میں آج کل کی شادیوں کے حال کا پہلے زمانے میں ہونی والی شادیوں کے حال سے موازنہ کیا گیا تھا۔

وینکوور سے تشریف لائی شاعرہ محترمہ رقیہ باجوہ صاحبہ نے

(بقیہ صفحہ 30 پر)

محبتوں کا سفیر

ناصرہ حفیظ-وینکوور

میرے آنگن سے قضا لے گئی چُن چُن کے جو پھول
جو خدا کو ہوئے پیارے' میرے پیارے ہیں وہی

کچھ حوادثِ زمانہ ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو اِس کے بعد زندہ رہنے کا تصور ڈراؤنا خواب نظر آنے لگتا ہے۔ زندگی میں ہر طرف یاس و نا اُمیدی ڈیرے جمالیتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی اُسی طرح رواں دواں رہتی ہے نہ انسان مرتا ہے نہ دُنیا بدلتی ہے اور نہ ہی کام ختم ہوتے ہیں۔

وقت بڑا مسیحا ہے وہ خود ہی زخم لگاتا ہے اور پھر خود ہی اُن پر مرہم رکھتا ہے۔ میرے ساتھ بھی وقت نے ایسا ہی کیا کچھ ایسا کاری وار لگایا جس کو برداشت کرنے اور ماننے کو دل ابھی تک تیار نہیں یعنی کہ 21 اگست 2013ء کو میرے نہایت پیارے عظیم، محسن اور ہر دلعزیز ابّا جان ہم سب کو خدا کے سپُرد کر کے خود راہیٔ عدم ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بچھڑا کچھ اِس اَدا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

میرے ابا جان چوہدری بشارت احمد سلہری ابن چوہدری محمد شفیع سلہری مرحوم مراڑہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا جان چوہدری ولی داد خان صاحب مرحوم اور دادی جان بیگم بی بی صاحبہ مرحومہ دونوں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی اور صحابیہ کی صف میں شامل تھے۔ اِس طرح آپ کو صحابی اور صحابیہ کے پوتے ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ابتدائی تعلیم علی الترتیب مراڑہ اور سیالکوٹ سے حاصل کی۔ راولپنڈی سے پاکستان آرمی میں شامل ہو کر اپنی پیشہ وارانہ زندگی کا آغاز کیا۔ آپ کی شادی محترمہ مسرت کریم صاحبہ بنت چوہدری عبدالکریم صاحب مرحوم و محترم نواب بیگم صاحبہ مرحومہ دارلبرکات ربوہ سے ہوئی۔

میرے عظیم والد صاحب کے ساتھ بہت ہی خوشگوار یادیں وابستہ ہیں۔ وہ پُر عزم، پُر شفقت پیار و محبت اور اخلاص و ہمدردی کا ایک رواں دواں سمندر تھے۔ ہم سب بہن بھائیوں اور عزیزوں کو اس بہتے سمندر سے خوب سیراب کیا جس کی ٹھنڈک ہم آج بھی محسوس کر رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے انشاءاللہ۔

جب ہوش سنبھالی تو ہر طرف گھر میں رحمت اور شفقت کے بادل منڈلاتے دیکھے۔۔ بہت ہی پیار بھرا ماحول امی اور ابو کے چہروں پر کبھی مایوسی اور ناراضگی کے آثار نہ دیکھے، آرمی میں ہونے کی وجہ سے ہر تین سال کے بعد نئے شہر کے لئے رختِ سفر باندھتے اور وہاں پہنچتے ہی پہلا کام جماعت کے مرکز کا معلوم کرتے اور اپنی اور اہل خانہ کی تجنید کروا کے اطمینان کا سانس لیتے۔ چندوں کی بروقت ادائیگی میں بہت باقاعدہ تھے۔ ماہوار چندہ جات اور وعدہ جات سال کے آغاز میں ہی ادا کرنے میں فخر محسوس کرتے خلیفہ وقت کی طرف سے جب بھی کسی نئی تحریک کا آغاز ہوتا تو فوراً ہی اِس میں شامل ہو کر لبیک کہتے حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ کی قائم کردہ ربوہ طاہر ڈسپنسری کو عقیدت اور فخر کی نگاہ سے دیکھتے اور ماہوار معقول رقم بھجوا کر اِس کارِ خیر میں شامل ہوتے۔ جب بھی انصار اللہ کا پیپر ملتا تو حل شدہ پیپر کی نقل کرنے کی بجائے زبانی یاد کر کے پھر حل کرتے وفات سے کچھ عرصہ قبل امی کی طرف چکر لگا تو ابو کو براہین احمدیہ میں مگن پایا، معلوم ہوا کہ آپ سوالات کے جوابات خود تلاش کر کے لکھنا چاہتے ہیں میں نے جوابات ڈھونڈنے میں مدد کی اور کہا ابو سب کی طرح آپ بھی حل کاپی کی نقل کر دیا کریں۔ مگر میرے پیارے ابو جی نے ایسے انداز میں جواب دیا کہ میں بھی اُن کی پیروی کرنے پر مجبور ہو گئی۔

یا الٰہی کیا کروں دل حوصلہ پاتا نہیں
جس کو نظریں ڈھونڈتی ہیں وہ نظر آتا نہیں

خدمتِ خلق اور مہمان نوازی کی خوبیوں سے مالا مال تھے دورانِ ملازمت خون دینے کا کئی بار موقع ملا۔ آپ کا بلڈ گروپ O.positive تھا جو کسی کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ مہمان نوازی کے ہمیشہ متلاشی رہتے۔ مالی وسائل کم ہونے کے باوجود توفیق کے مطابق نہ صرف خدمت کرتے بلکہ تحائف دیکر رخصت کرتے۔ مہمانوں کا خوش دلی سے استقبال کرنا اور آرام کا خیال رکھنا اُن کی طبیعت کا خلاصہ تھا شائد اللہ تعالیٰ اسی لئے بے انتہا فضلوں سے نوازتا رہا اور اُن کی سفید پوشی اور قناعت کا بھرم رکھنے کے لئے اُن کا والی بن جاتا۔ میرے ابو صبر اور برداشت کی دولت سے مالا مال تھے اختلافِ رائے پر نیک نیتی سے مشورہ دے کر خاموشی اختیار کر لیتے لیکن رنجش کو دل میں جگہ نہ دیتے۔ اگر کوئی شکوہ کرتا تو مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔ یوں معلوم ہوتا کہ جیسے صبر اور ایثار کا ایسا پہاڑ ہیں جسے باوجود کوئی لاکھ کوشش کے ریزہ ریزہ نہ کر سکے۔

؎ پیکر ضبط تھا وہ صبر کا شہزادہ تھا
اُس کے گرویدہ تھے سب ہر کوئی دلدادہ تھا

میرے ابو رسول کریم ﷺ کی اس حدیث پر پورا اُترتے تھے۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ۔(ترمذی)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اپنے اہل و عیال سے سلوک اچھا ہے اور میں تم میں سے اپنے اہل سے اچھا سلوک کرنے کے اعتبار سے بہتر ہوں"۔

اس حدیث کی روشنی میں اپنے اہل و عیال سے پیار و محبت کا سلوک رَوا رکھا اور اپنے گھر کو جنت نظیر بنایا۔ سب عزیز و اقارب ہمارے گھر کو مثالی گھر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں اور دو بیٹوں سے نوازا۔ بچوں کے اخلاق سنوارنے کے ساتھ ساتھ اِن کو اعلیٰ دُنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا۔ مجھ ناچیز پر میرے ابا جان کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ جب میرے بچے ایف۔ایس۔سی کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے اسلام آباد گئے تو ابا جان نے نہ صرف نہایت شفقت سے اپنے پاس رکھا بلکہ اُن کی تربیت میں بھی راہنمائی کی جس کی وجہ سے بچوں سے جدائی مجھ پر شاق نہ گزری میں اُن کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور یہ اُن کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کے آج میرے بچے الحمدللہ اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ بڑی بیٹی ہونے کے ناطے مجھے ابو کا زیادہ پیار اور محبت و شفقت سمیٹنے کا موقع ملا۔ میں جب راولپنڈی میں جماعت پنجم کی طالبہ تھی تو ہمارے سکول کی نئی عمارت کے افتتاح کے لئے فیلڈ مارشل ایوب خان صدرِ پاکستان کا دورہ تھا تو مجھے سمجھا کر بھیجا کہ ہر سوال کا جواب پورے اعتماد سے دینا۔ صدرِ پاکستان میری کلاس میں آئے اور چند بچوں سے قومی ترانہ سنا جو وہ نہ سنا سکے، پھر میرے پاس آئے اور فوجی رعب اور دبدبے سے بولے۔ "Can you recite National Anthem"۔ میں اُس وقت دُرود شریف پڑھ رہی تھی میں نے اپنے اعتماد کو ملحوظ خاطر رکھا اور قومی ترانہ فَرفَر سنا دیا۔ کلاس میں نہ صرف زور دار تالیاں بجیں بلکہ صدرِ مملکت نے اپنی جیب سے پانچ کا نوٹ نکالا اور اپنے دستخط کر کے مجھے انعام سے نوازا۔ گھر آ کر ساری کارروائی ابو کو سنائی تو اُن کی خوشی دیکھنے والی تھی آنکھوں میں عجیب چمک اور آنسوؤں کی برسات تھی میری شادی تک وہ نوٹ سنبھال کر رکھا پھر میرے حوالے کر دیا۔

؎ جس کا چہرہ دیکھ کر تسکین پا جاتے تھے دِل
زندہ دِل، روشن جبیں، شیریں زباں، رُخصت ہوا

یہ وجود سارے خاندان کے لئے ہر دلعزیز اور محبتوں کا سفیر تھا یہ وہ نایاب موتی تھا جس نے خاندان کے ہر فرد پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے، نہ صرف آپ کے بچوں نے آپ کے پیار سے جھولیاں بھریں بلکہ اپنے دامادوں اور بہوؤں کو بچوں سے بڑھ کر پیار بانٹا۔ دامادوں کو ہمیشہ نام کے ساتھ صاحب کہہ کر مخاطب کرتے۔ ایک بار میں نے کہا ابو آپ کیا صاحب صاحب کی گردان کرتے ہیں دامادوں کے صرف نام لیا کریں میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہنے لگے "عزت دینے سے میرا نقصان نہیں ہو گا بلکہ میری بیٹیوں کی عزت بڑھے گی"۔

بڑی بھابی پاس رہتی تھیں اُن کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہمیشہ یہی کہتے کہ میری اصل بیٹی تو سمیرا ہے۔ چھوٹی بھابی کینیڈا میں ہے اُس کے لئے بھی ہر وقت پیار کے سمندر اُمڈتے رہتے تھے۔ آج اِن کی محبتوں کا ہم پر اُدھار ہے اور یہ اُدھار اِسی صورت میں ادا کر سکتے ہیں کہ اپنی زبانوں کو ان کے لئے دعاؤں سے تر اور اپنے سجدوں کو دعاؤں سے آباد رکھیں۔ باغبانی کا شوق اور جانوروں سے محبت تھی۔ کوشش ہوتی تھی کہ ہر موسم کی سبزی گھر کے باغیچے میں لگائیں۔ اِسی طرح گلاب، موتیا اور گیندا ہمارے آنگن میں ہمیشہ مہکتا تھا۔۔۔ مُرغیاں اور وہ بھی اعلیٰ نسل کی پالتے۔ آفس سے آتے ہی یونیفارم اُتارنے سے پہلے ان کے دانے پانی کو دیکھتے اُن کے ڈربے کی صفائی اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا خیال رکھتے۔ جانور محبت ملنے پر مالک سے پیار کی انتہاء کر دیتے ہیں یہی حال میرے ابو کی مرغیوں کا تھا جونہی ڈربہ کھولا جاتا تو خوشی سے پھڑ پھڑانے لگتیں کوئی اُچھل کر کندھے پر سوار ہوتی اور کوئی بوٹوں میں لوٹ پوٹ جاتی۔

؎ کوئی جگمگاتا ستارا تھا تو
سمندر بھی تھا اور کنارا تھا تُو

میرا منجھلا بیٹا مدثر جب ابو کے پاس جاتا تو مور کی طرح اُن کے ارد گرد گھومتا رہتا۔ جب یہ تین سال کا تھا تو امی کے کچن میں جا کر انڈوں کی ٹرے پاس رکھی اور باری باری انڈے توڑنے شروع کر دیئے۔ ابو نہ صرف ہنس ہنس کر اُسے پیار کر رہے تھے بلکہ سب گھر والوں کو اکٹھا کیا اور محترم کا معرکہ دیکھنے کا آرڈر دیا۔۔۔ تمام بہن بھائیوں کے بچوں اور اُن کے بچوں سے خاص محبت اور اُنس تھا۔

آرمی میں ہونے کی وجہ سے 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں شامل ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد شیخوپورہ شوگر مل جوائن کی۔ 1985ء میں اسلام آباد شفٹ ہو گئے اور یہاں نواز منہاس صاحب کی کنسٹرکشن کمپنی میں سالہا سال تک کام کیا۔ وفات سے دو سال قبل بچوں کے اصرار پر ملازمت چھوڑی صحت مند اور فعال زندگی گزاری۔ آخری لمحات تک اپنے کام خود انجام دیتے مگر کوئی روح دنیا میں آتی ہے اور کسی کو رختِ سفر باندھنا ہوتا ہے۔ ہم سب اس فانی دنیا میں پانی کے بلبلے کی طرح ہیں اور اپنے پیاروں کا سسکیوں، آہوں اور صبر سے خدا کی رضا کی چادر اُوڑھ کر دوبارہ ملنے کے وعدہ کے ساتھ اُنھیں خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

؎ کبھی تو آ کے ملیں گے چلو خدا کے سپرد
کبھی تو دیکھیں گے احیائے نو کا ہم اعجاز

میرے ابو نے زندگی کی پر رونق اسی بہاریں دیکھیں اور بغیر کسی آزمائش کے چلتے پھرتے، ہنستے بولتے باتیں کرتے مولائے حقیقی سے جاملے۔ اتنی پیاری اور قابلِ رشک رُخصتی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجاء ہے کہ وہ آپ کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے اپنے پیاروں کے قُرب میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے درجاتِ قربِ الٰہی کو بڑھاتا چلا جائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ہم سب کو آپ کی طرف سے کی جانے والی غیر معمولی دعاؤں کا وارث بنائے۔ اللّٰھم آمین۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

نئے رنگی

رُقیّہ عابد

نئے رنگی دوراں میں گُم ہوئے جو آج
تو چُھوٹ جائے گی ہاتھوں سے عنانِ جہاں
ابھی تو پکڑ بھی مضبوط نہیں ہے اس پر
ابھی تو کاج ڈھب سے سنورے نہیں
ابھی تو رفتار سُبک ہو نہیں پائی
ابھی تو زنجیر رسم جہاں بھی ٹوٹی نہیں
ابھی تو دل میں چنگاری دہکنا چاہتی ہے
ابھی تو دل ہی نہیں نظر بھی سوالی ہے
ابھی تو کھنگالنے ہیں علم کے دریا بہت
ابھی تو ملا ہی ہے رستہ صراط کے پل کا
ابھی تو رشتہ بندھا ہے یقین کا پیہم سے
ابھی تو سوچ فکروں میں لگی ہے ڈھلنے
اے میرے کبریا تیرے محبوب کا فیض ہے یہ
اور اس میں اثر میری ماں کی دعاؤں کا بھی ہے
ہے وقت عصر اور جہانِ خسر میں ہوں میں
مجھے بچالے کہ تیرے سہارے پر ہوں میں

(بقیہ از صفحہ 20)

رب کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا اللہ نے فرمایا معلوم ہے فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ دوبارہ اللہ تعالیٰ نے یہی پوچھا اور میں نے یہی جواب دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے کندھے پر رکھی یہاں تک کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ اور ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی پھر اللہ نے پوچھا "اے محمدؐ فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا "کفارات" کے بارے میں۔ اللہ نے فرمایا کفارات کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز باجماعت کے لئے چل کر مسجد جانا، ناپسندیدگی کے باوجود مکمل وضو کرنا اور پھر نماز کے بعد بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا۔ پھر اللہ نے پوچھا اور درجات کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ کھانا کھلانا، نرم کلام کرنا اور نماز پڑھنا جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تب اللہ نے فرمایا "اب مانگو جو مانگتے ہو۔ تب میں نے یہ دعا کی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا یہ دعا برحق ہے اسے خود بھی یاد کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ دعا یہ ہے

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے نیک کام کرنے کی اور بری باتیں چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں مجھے مساکین کی محبت عطا کر۔ اور مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو قوم کو فتنہ میں مبتلاء کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر فتنہ میں ڈالے موت دے دینا۔ میں تجھ سے تیری محبت چاہتا ہوں اور اس کی محبت جس سے تو محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔ (مسند احمد جلد 5 صفحہ 243)

خدا کرے کہ ہم سب آپؐ کے پاک نمونے اور تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے الٰہی فضلوں سے جھولیاں بھرنے والی بن جائیں اور حضرت اقدس محمدؐ کی دعاؤں کا فیض ہمیشہ ہمیں ملتا رہے۔

جو مانگنا ہو ان کے وسیلے سے مانگیئے
ان کی ہر ایک بات خدا کو قبول ہے

(بقیہ از صفحہ 27)

"خلیفۃ المسیح" کے عنوان پر کلام پیش کیا۔ محترمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ اور محترمہ شبانہ شفیق صاحبہ کے کلام کے بعد محترمہ ندرت جہاں صاحبہ نے "شکوہ جواب شکوہ" کے عنوان سے میاں بیوی کی نوک چھونک کو پیش کیا اور خوب داد وصول کی۔ مشاعرہ میں سماں باندھنے کا سہرا ہملٹن سے آئی خوبصورت شاعرہ محترمہ مریم صدیقہ کے سر رہا۔ جنہوں نے حسین آواز میں شہدائے احمدیت کی نذر اپنی غزل کی۔ رات بھیگ چکی تھی مگر محفل عروج پر تھی اور شمع محفل مختلف شاعرات سے ہوتی ہوئی اب میر مشاعرہ محترمہ راشدہ سیال صاحبہ کے سامنے تھی ان کے خوبصورت کلام کے ساتھ اس بزم کا اختتام ہوا۔ آخر میں محترمہ امۃ النور صاحبہ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا نے مختصر خطاب کیا جس میں انتظامیہ کے بہترین انتظام کا اور مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا گیا اور ان کی درخواست پر مہمان خصوصی محترمہ صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ نے ازراہِ شفقت اجتماعی دعا کروا کر محفل برخاست کی لیکن اس محفل کی خوبصورت یادیں تادیر حاضرین محفل کے ذہنوں کو جِلا بخشتی رہیں گی۔

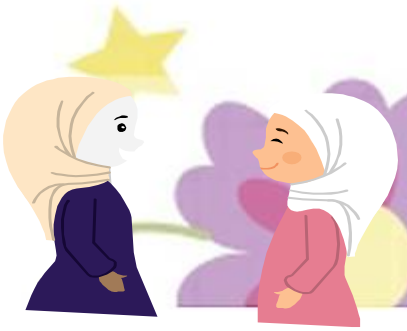

تتلی

لالچ بُری بلا ہے

ایک گاؤں میں ایک غریب آدمی کے پاس ایک ریوڑ تھا جس کی حفاظت کے لئے اس نے دو وفادار کتے رکھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے مالک کی غیر موجودگی میں ان بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرتے تھے۔ ایک دن وہ ریوڑ چر رہا تھا اور کتے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بھیڑیا ادھر نکل آیا وہ بکریوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن کتوں نے بھونک بھونک کر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن بھیڑیا بہت مکار تھا وہ دوبارہ ان کے پاس آیا اور بولا دوستو! پہلے میری بات سن لو پھر ناراض ہونا۔ میں تو تمہیں ایک دعوت دینے آیا تھا۔ دیکھو تم تو جانتے ہی ہو کہ ہم دونوں کا تعلق ایک ہی نسل سے ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم ایک حقیر اور غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہو۔ دن بھر بکریوں کا پہرہ دیتے ہو اور رات کو گھر کا۔ اور بدلے میں تمہیں کیا ملتا ہے؟ روکھی سوکھی روٹی اور ڈانٹ ڈپٹ۔ کیا زندگی ہے تمھاری، زندگی نہیں شرمندگی ہے مجھے دیکھو کیسے کھلے جنگل میں ہم سب آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں من چاہا شکار کھاتے ہیں اور ایک خاص علاقے میں صرف ہماری حکمرانی ہے۔ عیش ہی عیش ہیں۔ چلو میرے ساتھ ہمارا سردار تمہیں خوش آمدید کہے گا اور ہم سب مل جل کر ایک اچھی زندگی گزاریں گے۔ کتے یہ سن کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی اور مسکرا کر بہتر زندگی کے لالچ میں بھیڑیئے کے ساتھ چل پڑے۔ جونہی وہ بھیڑیوں کے غار میں پہنچے تو پہلے سے انتظار میں بیٹھے ہوئے بھوکے بھیڑیوں نے ان پر حملہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے انہیں مار کر کھا گئے۔ افسوس لالچ نے ان کی جان لے لی۔

نتیجہ: لالچ بری بلا ہے۔

مشکل الفاظ کے معنی

ریوڑ۔ جانور کی زیادہ تعداد

رکھوالی۔ حفاظت

مکار۔ چالاک

حقیر۔ بُری

غلامانہ۔ جو آزاد نہ ہو

سوال نمبر2 کا جواب

سوال نمبر2: بتائیں کتنے Squares ہیں؟

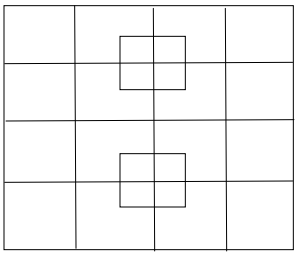

3۔ پیاری بچیو!

نیچے دیئے گئے الفاظ بولنے میں ایک جیسے ہیں لیکن معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اپنی امّی کی مدد سے ان میں سے مناسب الفاظ کو خالی جگہ میں پر کر کے ان کا فرق ظاہر کریں۔

1۔ آم۔ عام 2۔ طے۔ تہہ 3۔ سات۔ ساٹھ 4۔ پڑے۔ پڑھے
5۔ سدا۔ صدا 6۔ حال۔ ہال

1۔ ہم ---------- بہن بھائی ہیں۔ جن میں سے میں ------- برس کا ہوں۔

2۔ وہ ---------- ہی میں جرمنی سے واپس آیا ہے۔ اُس نے پروگرام کے لئے کون سا ---------- بک کروایا ہے۔

3۔ اگرچہ وہ دونوں ---------- لکھے نہ تھے لیکن پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ چل ---------- کیونکہ وہ دوست تھے۔

4۔ فقیر نے ---------- لگائی کہ ---------- خوش رہو۔

5۔ میں نے کپڑے ---------- کر کے رکھ دیئے ہیں۔ آپ نے اس بارے میں کیا ---------- کیا ہے؟

6۔ وہ ایک ---------- باغبان نہیں ہے۔ اُس کے باغ کے ---------- بہت میٹھے ہیں۔